THE

SENATE OF PAKISTAN

DEBATES

OFFICIAL REPORT

Thursday, February 13, 2014

(101st Session)

Volume II, No. 08

(Nos. 1-10)

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume-II SP.II (08)/2014

No.08 15

CONTENTS

S.No. **Contents of the Debate** **Pages**

1. Recitation from the Holy Quran……………………………. 1
2. Senator Mian Raza Rabbani to move Motion for Suspension of Question Hour……………………………… 2
3. Leave of Absence……………………………………….. 2
4. Calling Attention Notice regarding PM's Statement that there are 40% Chances of Success if Operation is Launched Against Taliban……………………. …………………… 3
5. Points of Order:
   - i) Regarding Threat to Murder, Kidnapping to the Senator and her Children…………..……. 5
   - ii) Senator Aitzaz Ehsan to discuss the present deteriorating law and order situation in the country………………………………………. 6
   - iii) Response from the Leader of the House, Raja Mohammad Zafar-ul-Haq…………………… 9
     - Senator Nasreen Jalil.
     - Senator Kulsoom Perveen.
     - Senator Haji Ghulam Ali.
6. Observation of Senator Chaudhry Mohammad Jaffar Iqbal Regarding Zero Hour in Proceedings……………………… 11
7. Calling Attention Notice by Senator Farah Aqil for non-issuance of domicile to the Christians in FATA………….. 12
8. Discussion on Commenced Motion under Rule 218 on Privatization Policy of the Government……………………. 14
   - Senator Mian Raza Rabbani……………………… 14
   - Senator Chaudhry Muhammad Jafar Iqbal……….. 22
   - Senator Saeed Ghani……………………………… 24
   - Senator Mohammad Talha Mahmood……………. 29
   - Senator Nasreen Jalil……………………………… 32
9. Point of Order:
   - Senator Kulsoom Perveen on Loading Facilities at Gwader Port……………………………………… 33

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday, February 13, 2014

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at ten minutes past eleven in the morning with Mr. Chairman (Syed Nayyer Hussain Bokhari) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ
لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾
اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي
الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ
مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ
رِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے، یہی اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔ ان کے لیے ان (کے اعمال) کا صلہ ہوگا اور ان (کے ایمان) کی روشنی اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی اہل دوزخ ہیں۔ جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت (و آرائیش) اور تمہارے آپس میں فخر (و ستائش) اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (و خواہش) ہے (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے پھر وہ خوب زور پر آتی ہے پھر (اے دیکھنے والے) تو اس کو دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے پھر چورا چورا ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں (کافروں کے لیے) عذاب شدید اور (مومنوں کے لیے) اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے۔ اور دنیا کی زندگی تو متاع فریب ہے۔

(سورۃ الحدید، آیات 19تا20)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ motion کون move کرے گا؟ میاں رضا ربانی صاحب! you would move the motion.

Suspension of Question Hour

Senator Mian Raza Rabbani: Sir I beg to move under Rule 263 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012, that the requirements of Rule 41 of the said rules regarding Question Hour be dispensed with.

Mr. Chairman: It has been moved that under Rule 263 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012, that the requirements of Rule 41 of the said rules regarding Question Hour be dispensed with.

(The motion was carried)

Leave of Absence

جناب چیئرمین: اب leave applications لیتے ہیں۔ جناب بابر خان غوری صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ یعنی 100ویں مکمل اجلاس کے دوران مورخہ 11تا20 دسمبر اور موجودہ اجلاس میں 3تا11 فروری اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب عدنان خان ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 4اور 6فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے، اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محترمہ فرح عاقل صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 10اور 11فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب مشاہد حسین سید صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 13اور 14فروری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

Mr. Chairman: Before we take up the commenced business, there is a calling attention notice, in the name of Farah Aqil *sahiba* and Farhat Abbas *sahib*. Can we take it up Mian *sahib*?

راجہ صاحب! یہ Calling Attention Notice ہے، before we take up the motion under discussion اور debate شروع کریں، کیا اس Calling Attention Notice کو ہم پہلے نہ لے لیں؟ Is somebody there to respond?

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق (قائد ایوان): کوئی حرج نہیں ہے۔

Mr. Chairman: Who would respond for that?

کیا آپ خود کریں گے؟

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: نہیں، میرے خیال میں جنرل قادر بلوچ صاحب جواب دیں گے۔

جناب چیئرمین: فرح عاقل صاحبہ! جب وزیر صاحب آ جائیں اس وقت اس کو take up کر لیتے ہیں۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: وہ آئے ہوئے ہیں اور وہ کہتے تھے کہ وہ خود جواب دیں گے۔

Mr. Chairman: Let us wait for him.

انتظار کر لیتے ہیں۔ رضا ربانی صاحب کون start کرے گا۔

Calling Attention Notice
Regarding the Prime Minister's Statement that there are 40% Chances of Success if Operation is Launched Against Taliban

سینیٹر میاں رضا ربانی: جی I will start it because پورا ملک سراپا احتجاج ہے۔ کل بھی پاکستان کے محنت کش CCI کے فیصلے کے خلاف احتجاج کر رہے تھے، جو بغیر consensus لیے گئے ہیں۔ پورے ملک میں demonstrations ہوئی ہیں، میں اس کو address کروں گا لیکن اس سے پہلے آپ کو یاد ہو گا کہ کل ہم نے یہ نکتہ اٹھایا تھا کہ ایک پارٹی کے سربراہ نے یہ allege کیا کہ جناب وزیر اعظم صاحب نے ایک میٹنگ میں یہ کہا کہ طالبان کے خلاف اگر آپریشن ہو تو اس کی کامیابی کے صرف چالیس فیصد امکانات ہیں۔ اس پر تمام اپوزیشن نے بات کی اور مجھے خوشی اس بات کی ہوئی کہ Leader of the House نے بھی اس پر تشویش کا اظہار کیا۔ جناب والا! یہ بات بھی کہی گئی تھی چونکہ یہ انتہائی حساس مسئلہ ہے جس سے فوج کی capacity and capability اور demoralizing effect پورے ملک اور ریاست پر پڑ رہا ہے تو وزیر اعظم صاحب سینیٹ کا بائیکاٹ ختم کر کے سینیٹ میں آ کر اس بیان کی وضاحت کریں۔ آج میں اپوزیشن کی جانب سے پھر اسی نکتہ پر کھڑا ہوا ہوں اور آپ کے ذریعے میرا سوال قائد ایوان سے ہے کہ اس ضمن میں کیا پیش رفت ہوئی کہ وزیر اعظم کب ہاؤس میں تشریف لائیں گے اور حکومت کی طرف سے کب وضاحتی بیان جاری کریں گے۔

جناب چیئرمین! میں آپ کے توسط سے یہ بات سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ آپ کو یاد ہو گا کہ سینیٹر زاہد خان اور مجھے threats کے دو خطوط موصول ہوئے تھے اور وہ issue یہاں پر raise بھی ہوا تھا لیکن اس پر حکومت نے کچھ نہیں کیا اور ہم نے بھی اس کو puruse نہیں کیا۔ اب پھر سینیٹر زاہد خان کو خیبر پختونخوا کے Home department کی طرف سے یہ بتایا گیا ہے کہ ان کے لیے کچھ teams باہر نکلی ہیں۔ اس اطلاع کے علاوہ ان کو نہ وفاقی اور نہ ہی صوبہ خیبر پختونخوا کی حکومت کی طرف سے کوئی protection دی گئی ہے۔ میں یہ بات بھی عرض کروں کہ جب سے مذاکرات کا عمل شروع ہوا ہے، اس وقت سے لے کر آج کا کراچی والا incident ملا لیں تو تقریباً 20

incidents ہو چکے ہیں جس میں کم از کم 120 لوگ شہید ہو چکے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر incidents خیبر پختو نخوا میں ہوئے ہیں۔ وہاں کی حکومت اس کی ذمہ دار ہے کیونکہ وہ dialogue کی خواہاں ہے۔ اس حکومت نے یہ تو کہا ہے کہ dialogue کو sabotage کیا جا رہا ہے مگر صوبائی حکومت ان ہاتھوں اور لوگوں کو بے نقاب بھی تو کرے کہ جو incidents carry out کر رہے ہیں اور جس وجہ سے ایک سو سے زائد لوگ شہید ہو چکے ہیں۔ اسی طرح سے Federal Government بھی اس میں کسی قسم کی پیش رفت نہیں کر رہی۔ میں آپ کے توسط سے یہ بات House and Leader of the House کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں اور ان سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کل ہم نے Prime Minister کی statement کے بارے میں جو نکتہ اٹھایا تھا، اس کا کیا ہوا؟

جناب چیئرمین: زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین! شکریہ۔ جس طرح میاں صاحب نے ذکر کیا، ہم نے کل یہ بات اٹھائی تھی مگر اس کے اثرات آپ رات سے TV پر دیکھ اور اخبارات میں پڑھ رہے ہوں گے، حکومت بھی پڑھ رہی ہو گی۔ طالبان کا spokesman ہماری اس کمزوری کی وجہ سے کہہ رہا ہے کہ مولانا عمر 'امیر المومنین' ہیں اور فضل اللہ پاکستان کا 'خلیفہ' ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جو 'اسلامی امارت' کی شکل بنائی ہے، اس کو اس بات سے فوقیت مل رہی ہے۔ وہ ساتھ ہی کہہ رہے ہیں کہ یہ شریعت ہے اور ہمارا پورے پاکستان پر control ہے۔ ہم جہاں، جس وقت چاہیں قبضہ کر سکتے ہیں اور بات بھی کر سکتے ہیں۔ میاں رضا ربانی صاحب نے جو بات کی اور خیبر پختونخوا کی حکومت تو اللہ کے حوالے ہے، وہ تو پوچھتی ہی نہیں۔ جناب! لوگ مر رہے ہیں، آپ دیکھیں کہ بیس، پچیس لوگ لشکر کشی کر کے حجرے اور گھر کو اڑاتے ہیں اور انہوں نے سب کو اکٹھا کر کے گولیاں مار دیں لیکن حکومت ٹس سے مس نہیں ہو رہی۔ سات Police Stations ہیں لیکن پولیس نکلتی ہی نہیں۔ کل لوگوں نے جب road block کی تو کہہ رہے تھے کہ شام کے بعد یہاں پر وہی لوگ پھرتے رہتے ہیں، حکومت یا security کا کوئی بندہ نظر نہیں آتا۔ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ Federal Government بھی وہی کر رہی ہے جو صوبائی حکومت کر رہی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ عمران خان نے اتنی بڑی بات کی اور جب حامد میر نے اس سے دوبارہ پوچھا کہ یہ جنرل کیانی نے کہا ہے تو اس نے جواب دیا کہ جنرل کیانی بیٹھا ہوا تھا اور Prime Minister نے مجھے دو مرتبہ کہا کہ ہمارے chances صرف 40% ہیں۔ اگر یہ صورت حال ہے تو پھر ہمارے Nuclear assets کا کیا ہو گا؟ ہم انڈیا سے کیا جنگ لڑیں گے؟ ہمارے بہت سے جنرل کہتے ہیں کہ ہم امریکہ سے بھی لڑ سکتے ہیں، اگر ہم اپنے لوگوں کو control نہیں کر سکتے تو پھر ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ہماری state اور حکمران کہاں ہیں؟ آج بھی میاں نواز شریف صاحب کی statement آئی ہے کہ بہت اچھے مذاکرات جاری ہیں اور اچھی پیش رفت ہو رہی ہے۔ یہ اچھی پیش رفت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے نہیں کیا تو ہم بغلیں بجا رہے ہیں۔ اگر انہوں نے نہیں کیا تو پھر کس نے کیا؟ جو واقعات ہو رہے ہیں، یہ کس کی ذمہ داری ہے؟ آج پولیس کی بس پر suicide attack ہوا، یہ کون کر رہا ہے؟ کراچی میں پولیس کو روز target کیا جا رہا ہے۔ ہمارے وقت میں ہمارے صوبے میں target killing نہیں ہوتی تھی اور بوری بند لاشیں نہیں ملتی تھیں۔ اس حکومت کے دور میں target killing ہو رہی

ہے اور بوری بند لاشیں بھی مل رہی ہیں اور وہ اس وجہ سے ہے کہ ہم نے tribal areas سے جہاں پر entry تھی، وہاں پر check posts بنائی تھیں جن کو موجودہ حکومت نے ختم کر دیا ہے۔ وہ اس لیے کیا ہے کہ لوگوں کو باور کرائیں کہ امن ہو گیا ہے۔ آج تیرہ تاریخ ہے اور چھ واقعات پشاور، خیبر پختونخوا میں ہوئے ہیں۔ میں میاں رضا ربانی صاحب کی اس بات سے متفق ہوں، ہم بار بار یہی بات کر رہے ہیں کہ Prime Minister یا حکومت۔۔۔، جناب! کل بات ہوئی تھی لیکن نہ یہ Defence Minister *sahib* کی طرف سے deny ہوا، نہ ہی Prime Minister *sahib* کی طرف سے deny ہوا اور نہ ہی Army کی طرف سے deny ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عمران خان نے جو بات کی، وہ حقیقت ہے۔ اگر یہ حقیقت ہے تو پھر ملک ان کے حوالے کر دیں اور کل جس طرح بابر غوری صاحب نے کہا تھا کہ یہ تصویر اتار کر اس کی جگہ پر ملا عمر یا فضل اللہ کی تصویر لگے گی۔ اگر یہ حکومت اتنی بے حس ہو چکی ہے، اگر ہم اتنے کمزور ہیں اور ہم میں ہمت ہی نہیں ہے کہ اپنی قوم اور ملک کو بچائیں تو پھر ان کے حوالے کر دیں تاکہ لوگ تو نہ مریں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ نسیمہ احسان صاحبہ۔

Points of Order:
Regarding Threat to Murder, Kidnapping to the Senator and her Children.

سینیٹر نسیمہ احسان: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی اور اس ایوان کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف مبذول کرانا چاہتی ہوں۔ جناب چیئرمین! یہ مسئلہ میرا اور میرے خاندان سے متعلق ہے۔ آپ کو بخوبی علم ہے کہ موجودہ حالات میں بلوچستان میں Federation اور پاکستان کی سیاست کرنا جان جوکھوں کا کام ہے۔ جناب والا! ہم پھر بھی وہاں سیاست کر رہے ہیں، جہاں ہماری جان و مال محفوظ نہیں ہیں۔ جناب والا! سید احسان شاہ اس معزز ایوان کے بھی رکن رہے ہیں اور وہ پندرہ سال بلوچستان اسمبلی میں MPA and Minister رہے۔ میں یہی کہوں گی اس مرتبہ ہمارا مقابلہ پنجاب کے مسلط کردہ وزیر اعلیٰ سے ہے۔ جناب والا! وہ ہماری personal life پر attack کر رہا ہے۔ میں اور میرے بچے ہم سب تربت میں رہ رہے ہیں۔ ان حالات میں جہاں threat ہے، میرے گھر اور ہمارے farm میں بم رکھا گیا۔ میرے چھوٹے دیور کو کچھ عرصہ پہلے kidnap کیا گیا۔ جناب والا! ہمیں وہاں جو security مہیا کی گئی تھی، میں سینیٹر ہوں، مجھے یا شاہ صاحب جو minister بھی رہے ہیں، حکومت بلوچستان نے ہم سے وہ security withdraw کی ہے۔ جناب چیئرمین! میں نے ڈیڑھ ماہ پہلے IG, Police کو ایک letter لکھا تھا لیکن اس پر کوئی عمل نہیں ہوا۔ جناب والا! آپ سے میری گزارش ہے کہ آپ اس معزز ایوان کے custodian ہونے کے ناتے مناسب ruling دیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: Leader of the Opposition آپ بات کرنا چاہتے ہیں؟

Discussion on the Deteriorating Law and Order Situation in the Country

سینیٹر اعتزاز احسن (قائد حزب اختلاف): جناب چیئر مین! بڑی تشویش ناک صورت حال ہے کہ Parliamentarians کو بھی اس قسم کی دھمکیاں مل رہی ہیں اور ان کی جان خطرے میں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ سینیٹر زاہد خان جیسے ہمارے دلیر اور بہادر ساتھی ذاتی طور پر ان دھمکیوں کو خاطر میں نہیں لاتے اور ان کی حفاظت کرنا ریاست کا کام اور فرض ہے۔ میں اس دن بھی عرض کر رہا تھا کہ یہ حکومت ذہنی طور پر مفلوج اور ماؤف لگتی ہے۔ ایک دھمکی پورے کیلاش قبیلے کو بھی آئی ہے اور ان کو کہا گیا ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ ورنہ تم قتل ہو جاؤ گے۔ ہم آپ کو تباہ اور برباد کر دیں گے۔ ان کی بچیاں مال غنیمت میں اٹھا لیں گے۔ اس قسم کی بات پر حکومت ہماری کس طرف رہنمائی کر رہی ہے؟ حکومت رہنما ہوتی ہے۔ یہ حکومت کی طرف سے کس قسم کی بے عملی ہے کہ ان باتوں کا notice ہی نہیں لیا جاتا، ان کو درخور اعتنا ہی نہیں سمجھا جاتا۔ میں ان سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں، یقیناً قائد ایوان ہم سے ان معاملات میں بہت تعاون کرتے ہیں لیکن وزیر اعظم اور وزیر داخلہ نے اس ایوان کا boycott کیا ہوا ہے۔ اس کو ختم کریں اور وہ یہاں پر آ کر جواب دیں۔ وہ یہ بتائیں کہ وہ ان سب معاملات میں کیا اقدامات کر رہے ہیں۔ کل جس طرح 9 مردوں کو execution squad کے سامنے کھڑا کر کے شہید کیا گیا ہے، ان کے گھروں میں داخل ہو کر عورتوں کو چھوڑ کر 9 مردوں کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر کھیتوں میں لے جا کر execution squad نے شہید کیا۔ یہ کہاں جا رہے ہیں؟ یہ باتیں مذاکرات کے دائرے میں کیوں نہیں آ رہیں، حکومت یہ اصرار کیوں نہیں کرتی کہ بات چیت سے پہلے یہ کارروائیاں بند ہونی چاہییں۔ فرق صرف اتنا ہوا ہے، پہلے طالبان ان کی ذمہ داری قبول کرتے تھے، وہ کہتے تھے کہ ہم نے یہ کیا ہے اور وہ یہ credit لیتے تھے، آج اس میں فرق اتنا ہوا ہے کہ وہ مصلحتاً credit نہیں لے رہے لیکن ان کا کسی نہ کسی region کا امیر کہتا ہے جس طرح پشاور کے امیر نے کہا کہ ہم نے سینما پر دہشت گردی کرائی ہے۔ سینماؤں پر حملے ہو رہے ہیں، ہماری تفریح کے مواقع کو ختم کیا جا رہا ہے، بچیوں کے سکولوں پر حملے ہو رہے ہیں، ہماری تعلیم کے مواقع ختم کئے جا رہے ہیں۔ ہماری political leadership کو دھمکیاں مل رہی ہیں لیکن حکومت کی جانب سے ایک smug silence ہے اور یہ بڑے خوش ہیں کہ مذاکرات بڑے اچھے ہو رہے ہیں، مذاکرات میں بڑی پیشرفت ہو رہی ہے۔ کہاں پر پیشرفت ہو رہی ہے، اگر بیس دنوں میں ایک سو بیس لوگ شہید کر دیے جائیں تو یہ مذاکرات میں کیسی پیشرفت ہے۔ آپ نے کہاں پر ان کے ساتھ firmly position لی ہے کہ ہم عورتوں کے معاملات اور حقوق، اقلیتوں کے حقوق اور دیگر مسالک کے حقوق پر کسی قسم کا compromise نہیں کریں گے۔ ہم نصاب پر compromise نہیں کریں گے، لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم پر compromise نہیں کریں گے، ان کو یہ clarity کے ساتھ کہنا چاہیے کہ ہم compromises نہیں کریں گے۔

جناب چیئر مین: آپ کا شکریہ۔ جی نسرین جلیل صاحبہ! آپ کا point of order ہے۔ میاں رضا ربانی صاحب! سب کا collectively جواب آ جائے گا، آپ نے point of order مانگا، آپ کو موقع دیا تو پھر باقیوں کا بھی حق بنتا تھا، اس پر قائد ایوان respond کریں گے۔ جی نسرین جلیل صاحبہ۔

سینیٹر نسرین جلیل: جناب! اس وقت یہاں ایوان میں تمام ممبران جو بات کر رہے ہیں، وہ قابل غور ہے کہ ہم کسی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جناب چیئرمین! آج صبح جس طرح رزاق آباد کا واقعہ ہوا جس میں پولیس اہلکاروں کو اڑایا گیا، یہ واقعہ کوئی اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ نہیں ہے، اس سے پہلے بھی واقعات ہو چکے ہیں، ہمارے قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں پر حملے ہو چکے ہیں، فوج کی installations پر حملے ہوئے ہیں اور فوج پر حملے ہوئے ہیں۔ ہمیں اگر طالبان سے گفتگو اور مذاکرات ہی کرنے ہیں تو جیسے اعتزاز احسن صاحب نے کہا کہ آپ کم از کم یہ حملے تو بند کرائیں، آپ یہ کہیں کہ مذاکرات آگے نہیں بڑھیں گے جب تک دونوں اطراف سے اس بات کا اعادہ نہیں کیا جاتا کہ ایک دوسرے پر حملے نہیں کئے جائیں گے۔

جناب چیئرمین! عمران خان صاحب نے جو کچھ کہا، میں سمجھتی ہوں کہ it is an insult to the nation چاہے دو فیصد فوج ہو یا ایک فیصد ہو لیکن ہمیں دہشت گردوں کا مقابلہ کرنا ہے کیونکہ یہ ہماری سلامتی کا سوال ہے، ہماری survival کا سوال ہے۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتی ہوں جو رزاق آباد کا واقعہ ہوا ہے، میں اس واقعہ کی شدید الفاظ میں مذمت کرتی ہوں اور اپنے شہید ہونے والے اہلکاروں کے خاندانوں سے اظہار ہمدردی کرتی ہوں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ administration سیاسی کارکنوں کو تو ماورائے عدالت قتل کر رہی ہے، وہ سیاسی کارکنان پر تشدد کر کے غائب کر رہی ہے، یہ بلوچستان میں بھی ہوتا رہا اور اب یہ کراچی میں سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ جناب چیئرمین! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انتظامیہ کیا کر رہی ہے، ہم پر تو ہاتھ ڈالا جا رہا ہے لیکن دہشت گرد they are free to do what ever they want, they have carte blanche کہ آپ جہاں جائیں اور جیسے چاہیں، حملے کریں، آپ لوگوں کو destroy کریں، لوگوں کی جانیں لیں۔ جناب چیئرمین! میری اس پر شدید reservations ہیں، ان مذاکرات پر بھی ہیں اور ہماری حکومت جس طرح آنکھیں بند کر کے بیٹھی ہوئی ہے، it is really lamentable, یہ افسوسناک مقام ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ جی کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: جناب چیئرمین! آپ کا شکریہ۔ جناب! بی بی نسیمہ نے ایک point of order اٹھایا ہے، میں یہ سمجھتی ہوں کہ مجھے اس کے لیے آپ کی انتہائی توجہ درکار ہوگی، قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف کی توجہ بھی درکار ہوگی، ایک شخص کو جان کی threat دی جاتی ہے۔ یقیناً میاں رضا ربانی صاحب اور زاہد خان صاحب تو مرد ہیں، شاید وہ اس چیز کو face بھی کر سکتے ہیں، مگر ایک عورت اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ یہ سارا کچھ کیسے face کرے گی، یہ غیر معمولی چیزیں ہیں۔ میرا خیال ہے اور میری ایک suggestion ہے کہ اس کو concerned committee میں بھیجا جائے تاکہ اس معاملے کی تحقیقات ہوں اور تحقیقات کے بعد یہ سامنے لایا جائے کہ اس میں کون لوگ involve ہیں اور کیوں threat کیا جا رہا ہے، جان و مال کی کیوں دھمکی دی جا رہی ہے، بچوں کو کیوں اٹھانے کی دھمکی دی جا رہی ہے۔

جناب چیئر مین! اس وقت جو بات میرے تمام colleagues کر رہے ہیں، میں بھی اس پر آپ کا ایک منٹ اور لوں گی۔ ہم تمام لوگ چاہتے ہیں کہ مذاکرات ہوں، یقیناً جو table talks ہوتے ہیں، ان میں ہی کامیابی ہوتی ہے، مگر مذاکرات کے پس منظر میں جو کچھ ہو رہا ہے، میرا خیال ہے کہ پہلے بھی اتنا قتل عام تھا اور اب بھی اتنا ہی قتل عام ہے۔ کیا مذاکرات کی سب سے پہلی شرط یہ نہیں ہونی چاہیے تھی کہ سب سے پہلے اس قتل عام کو روکا جائے، یہ X,Y,Z یا جو کوئی بھی کر رہا ہے، کسی کا بھی کر رہا ہے، وہ پنجابی ہے، اردو بولنے والا ہے، پٹھان ہے، پشتون ہے، بلوچ ہے یا جو کوئی بھی ہے، برائے مہربانی اس کو روکیں۔ اب جو ہزاروں لوگ شہید ہو رہے ہیں، میں ان کو کیا نام دوں، مسلمانوں کے ہاتھوں سے جو مسلمان قتل ہو رہے ہیں، خدا کے واسطے اس کو روکا جائے اور آپ پھر جا کر بات چیت کریں۔

جناب چیئر مین: آپ کا شکریہ۔ جی حاجی غلام علی صاحب۔

سینیٹر حاجی غلام علی: جناب چیئر مین صاحب! آپ کا بہت شکریہ۔ کافی معزز اراکین نے مذاکرات اور خصوصاً کراچی اور خیبر پختونخوا کے حالات پر بحث کی اور اپنی آراء بھی سامنے رکھیں۔ جناب چیئر مین! میں یہ کہوں گا کہ تمام سیاسی جماعتوں نے متفقہ طور پر مذاکرات کے لیے حکومت کو ایک mandate دیا تھا کہ آپ مذاکرات کریں اور جب مذاکرات شروع ہوئے، آپ دیکھیں کہ دونوں اطراف سے جو پیشرفت ہو رہی ہے۔ ہم آج T.V پر اور دیگر جگھوں پر ان مذاکرات کی ناکامی کے متعلق بیان کریں گے تو پھر ان مذاکرات کو شروع کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کو چھوڑو تاکہ یہ مسئلہ اپنے انجام کو پہنچے اور ہماری نیت اچھی ہونی چاہیے، انشاء اللہ اور اللہ کرے! یہ مذاکرات کامیاب ہوں اور ملک کے اٹھارہ کروڑ عوام بھی یہ چاہتے ہیں، یہ مذاکرات کامیاب ہوں اور ان کو کامیاب کرنے میں ہر ایک اپنا role ادا کرے تاکہ اس ملک سے بدامنی کا خاتمہ ہو۔ جہاں تک واقعات کا تعلق ہے، آپ دیکھیں کہ اس ملک میں جو پے در پے واقعات ہو رہے ہیں، کیا یہ ہماری حکومتوں، صوبائی حکومتوں اور intelligence اداروں کی ناکامی نہیں ہے، اگر طالبان اس سے لاتعلقی کا اعلان کرتے ہیں، یہ بہت اچھی بات ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس ملک کو غیر مستحکم کرنے کے لیے اس میں بیرونی ہاتھ بھی ملوث ہو سکتے ہیں، شاید پاکستان میں ایک خوف کی فضا قائم رکھنے کے لیے بیرونی ملک یہ کام کریں تو ان خفیہ ہاتھوں کو بے نقاب کرنا کس کا کام ہے؟ ان کو بے نقاب کیا جائے۔

جناب! جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ خیبر پختونخوا میں جو کچھ ہو رہا ہے، ہم پہلے دن سے کہہ رہے ہیں کہ کچھ لوگوں نے خیبر پختونخوا میں بچوں کے ہاتھوں میں حکومت دی۔ آپ آج دیکھیں کہ خیبر پختونخوا کا دارالخلافہ پشاور ہے اور پشاور ضلع میں لوگ گشت کی صورت میں move کر کے ایک گھر میں جاتے ہیں اور پھر اس گھر میں عورتوں اور بچوں کے سامنے لوگوں کو بلا کر ان کی آنکھوں پر پٹیاں باندھی جاتی ہیں اور ان کو ان کے سامنے کھیتوں میں مارا جاتا ہے، کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خیبر پختونخوا میں حکومت موجود ہے۔ کیا یہ وفاقی حکومت کا فرض نہیں بنتا کہ وہ اس طرف توجہ دے۔ پنجاب میں کسی کو جلی ہوئی روٹی ملے تو عمران خان شور مچاتے ہیں لیکن وہاں KPK میں تو آئے روز واقعات ہو رہے ہیں، وہاں پر صوبائی حکومت ناکام ہے، کرکٹ کے کھلاڑی کرکٹ کھیل سکتے ہیں حکومت نہیں کر سکتے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ وفاقی حکومت اس کا notice لے اور اگر وفاقی حکومت یہ سمجھتی ہے کہ خیبر پختونخوا میں اسی طرح پشتونوں کا خون بہتا

رہے تو پھر وفاقی اور خیبر پختونخوا کی دونوں حکومتیں اس کی ذمہ دار ہوں گی۔ لہذا وفاقی حکومت کو اس پر کوئی action لینا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ Leader of the House اس میں دو important issues ہیں، ایک تو security concerns of the members of the Parliament. اور دوسرا dialogue والا issue ہے جیسے نسیمہ احسان صاحبہ نے کہا، میاں رضا ربانی صاحب کو اور زاہد خان صاحب کو threats ہیں۔ The government should consider all these things کہ Parliamentarians کو اس قسم کی threats مل رہے ہیں۔

I would like to have some assurance from the government that appropriate steps are being taken to ensure the security of the members of the Parliament.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, the statement of the Imran Khan, that is the main thing.

Mr. Chairman: I was more concerned about the security of the honourable members. Mian *sahib*, have patience, he would respond to that statement, he would respond to that, that's a میں نے پہلے کہا ہے کہ dialogue اور وہ government policy but I was concerned about the security of the member of the Senate, that's what I have asked the honourable Leader of the House, Raja Zafar-ul-Haq *sahib.*

Response from the Leader of the House

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: شکریہ۔ جناب چیئرمین! آج ابتداء میں ہی تقریباً آٹھ محترم ممبران نے انتہائی سنجیدہ گفتگو کی ہے، کچھ کو انفرادی طور پر threats ہیں اور کچھ نے جو صوبہ خیبر پختونخوا اور کراچی میں واقعات ہو رہے ہیں، اور مذاکرات کا link ان دونوں چیزوں کے ساتھ کیا بنتا ہے، اس بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ تقریباً 12,13 سال سے اس قسم کے واقعات چل رہے ہیں۔ آخر کار اس بات کا احساس کیا گیا کہ ان معاملات کو مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس معاملے پر ساری سیاسی جماعتوں نے ستمبر کے مہینے میں اپنے طور پر اور اجتماعی طور پر یہ طے کیا تھا کہ ایک موقع مذاکرات کو دیا جائے اور ایک سنجیدہ کوشش کی جائے تاکہ اس scourge سے نجات حاصل ہو سکے۔ اس کے لیے جتنا بھی اخلاص ہو سکتا ہے اس کا اظہار گورنمنٹ کی طرف سے ہوا۔ ابتداء میں تو یہ کہا گیا کہ ہم مذاکرات نہیں کریں گے، کبھی Constitution کا مسئلہ اٹھایا گیا تو کبھی شریعت کا معاملہ اٹھایا گیا۔ میرا اپنا اندازہ ہے اور میڈیا بھی اس بارے میں اتفاق کر رہا ہے کہ پورے ملک میں جو تشدد کی لہر آئی ہے اسے ختم کرنے میں ایک قومی اتفاق رائے موجود ہے کہ مذاکرات کو سنجیدگی سے آگے بڑھانے کی کوشش کی جائے لیکن ساتھ ہی اس بات کا بھی احساس موجود ہے کہ کوئی گروہ موجود ہے یا دنیا کے ایسے corners موجود ہیں جہاں سے ان مذاکرات کو ناکام کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔

یہ ساری چیزیں گورنمنٹ کے ذمہ داران کے ذہنوں میں موجود ہیں۔ میں ان meetings میں موجود رہا ہوں اور جو all parties conference ہوئی تھی، اس میں بھی یہ کہا گیا تھا کہ اگر ہم مذاکرات کا فیصلہ کرتے ہیں تو یہ ضروری نہیں ہے کہ جس دن مذاکرات شروع ہوں گے اسی دن یہ سارا معاملہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا، ایسا ممکن نہیں ہے۔ اس میں مشکلات آئیں گی، ups and downs آئیں گے لیکن اگر ایک طرف یہ مذاکرات جاری ہوں اور دوسری طرف یہ مارا ماری بھی ہو رہی ہو تو پھر مشکل ہو جائے گا اور یہ ماحول خراب ہو گا اور جو شاید مذاکرات کی support ہے وہ erode ہونا شروع ہو جائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ جو مذاکرات نہیں چاہتے یا مذاکرات کو کامیاب نہیں ہونے دینا چاہتے، وہ خود بھی ایسی کارروائیاں کر رہے ہوں۔ اب تو برملا یہ کہا جا رہا ہے کہ ہمارے ایک پڑوسی ملک نے ہمارے ملک میں اس قدر جال بچھائے ہوئے ہیں کہ جہاں کہیں کوئی بات ہوتی ہے تو یہ بات سامنے آ جاتی ہے کہ داخلی لوگوں کو استعمال کیا جا رہا ہے لیکن اصل میں ان کی ٹریننگ، ان کے لیے اسلحہ، ان کے لیے مالیات، وہ باہر سے فراہم ہوتے ہیں۔ یہ ایک بڑی الجھی ہوئی صورتحال ہے۔

ارکان پارلیمنٹ کے families کے بارے میں کہا گیا جو کہ سینیٹ میں موجود ہیں، ان کے بارے میں یہاں تشویش کا اظہار کیا گیا ہے، میں ان کے ایک ایک لفظ کو درست سمجھتا ہوں، ان کی apprehensions سمجھتا ہوں، مجھے ان کے ساتھ ہمدردی ہے۔ میں ان معاملات کے بارے میں آج ہی وزارت داخلہ سے بات کروں گا اور کوشش کروں گا کہ ہر وہ special step اٹھایا جائے جس سے ان کو احساس ہو کہ ان کی look after ہو رہی ہے اور جو مخالفین ان کی زندگیوں میں بدمزگی پیدا کرنا چاہتے ہیں، ان کو بھی احساس ہو کہ گورنمنٹ ان کے پیچھے کھڑی ہے۔

دوسری بات عمران خان صاحب کی statement کے بارے میں ہے۔ آپ نے دیکھا ہے کہ اس پر بے شمار لوگوں نے comments کیے ہیں اور اخبارات وغیرہ میں بھی آیا ہے۔ اس سلسلے میں، میں نے یہ کہا تھا کہ سب سے پہلے اس کی veracity کو check کیا جائے، بہت سی ایسی چیزیں بھی ہوتی ہیں کہ شاید وہ presentation میں غلط ہوں لیکن کچھ بھی ہو یہ بات تشویش کا باعث ہے، یہ کوئی عام بات نہیں ہے، پورے ملک کا نظام ہے، جو defence preparedness ہے، جو آپ کی capacity ہے اسے سامنے رکھنا چاہیے۔ اگر یہ کیفیت پیدا کی جاتی ہے کہ ایسے بیانات جو ذمہ دار لوگوں سے منسوب کیے جاتے ہیں تو اس کے اثرات بھی بڑے دوررس ہوتے ہیں۔ ملک کے اندر اور ملک سے باہر لوگ اس بیان کو پڑھ کر کوئی اچھا تاثر نہیں لیں گے۔ میں نے کل بھی یہ گزارش کی تھی کہ چونکہ وزیراعظم صاحب ملک میں موجود نہیں ہیں اور عمران خان کے قول کے مطابق عمران خان کے علاوہ وہ ان تینوں میں سے ایک تھے۔ میں ان کی واپسی پر ان کے notice میں بات لاؤں گا تاکہ وہ خود اس کا notice لے سکیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: رضا ربانی صاحب۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! مجھے راجہ صاحب کا نہایت احترام ہے، مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آج پھر انہوں نے اس statement پر تشویش کا اظہار کیا لیکن عرض یہ ہے کہ یہ بڑا سنگین مسئلہ ہے، اس میں پاکستان کی defence کی abilities کو question کیا گیا ہے، یہ کہا گیا ہے کہ ہم اپنے ملک میں insurgency کو control نہیں

کر سکتے۔ دنیا کی largest army 6th کے لیے یہ کہا جائے کہ it cannot control an insurgency in its own country, this has very serious ramifications. یہ ٹھیک ہے Prime Minister صاحب ملک میں نہیں ہیں، وہ تو آتے جاتے رہتے ہیں۔ کل انہوں نے کہا کہ کوئی اور dignitary آ رہا ہے۔ So, these matters cannot go on like that. آج کل ماڈرن دنیا ہے، راجہ صاحب ان سے فون کر کے دریافت کر سکتے تھے اور وہ ان کے behalf پر ایک clarification دے دیتے اور پھر جب وہ ملک میں آتے تو وہ اس ہاؤس میں آ کر clarify کرتے۔

Mr. Chairman: Thank you.

سینیٹر میاں رضا ربانی: نہیں جناب thank you کی بات نہیں ہے،
this is a very important issue.

Mr. Chairman: Let him respond now. You have made your point.

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب! مسئلہ یہ ہے کہ گورنمنٹ کا ہر issue پر callous attitude ہے اور اس issue پر گورنمنٹ کے طرف سے کوئی clarification نہیں ہے۔ اس مسئلے پر حکومت کی طرف سے کوئی clarification نہیں ہے اور انہوں نے کوئی بات نہیں کی ہے۔ اپوزیشن token walk out in protest against this attitude of the Government.

(اس موقع پر اپوزیشن واک آؤٹ کر گئی)

جناب چیئرمین: جی نجمہ حمید صاحبہ۔ آپ نے Point of Order مانگا ہے۔

سینیٹر بیگم نجمہ حمید: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ راجا صاحب نے بڑی تفصیل سے جواب دیا ہے۔ ہماری ساری ہمدردیاں بلوچستان والی بہن کے ساتھ ہیں۔ دوسری بات میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ جب راجا صاحب وزیر صاحب سے بات کریں گے تو یہ بات ضرور کریں کہ جنہوں نے ظلم کیا ہوتا ہے ان کے چہرے چھپائے ہوتے ہیں اور جو بیچارے بے گناہ مارے جاتے ہیں ان کے مسخ شدہ چہرے دکھاتے ہیں اور ظالموں کے چہروں کو نقاب میں رکھا ہوتا ہے۔ ان کے چہرے عوام کو دکھائے جائیں کہ وہ کون لوگ ہیں۔ میں کہتی ہوں کہ یہ تو جرائم کو چھپانے والی بات ہے۔ میں راجا صاحب سے درخواست کروں گی کہ وہ ان ظالموں کے چہرے بھی عوام کو دکھانے کی بات کریں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: مشاہداللہ صاحب! اپوزیشن ٹوکن واک آؤٹ پر ہے اگر ان کو لے آئیں تو ہم normal proceeding take up کر سکیں۔

(اس موقع پر اپوزیشن ایوان میں واپس آ گئی)

جناب چیئرمین: جی جعفر اقبال صاحب۔

Observation Regarding Zero Hour in Proceedings

سینیٹر چوہدری محمد جعفر اقبال: شکریہ۔ جناب چیئرمین! جو وقت ابھی available ہے اس وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں ایک چیز کی وضاحت لینا چاہوں گا اور میں اپنی طرف سے بار بار یہ چیز اٹھاتا رہا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ معزز اراکین کو Point of Order پر جو public importance کے issues ہیں ان کو raise کرنا چاہیے۔ جناب چیئرمین! confusion یہ ہوتی ہے کہ بعض اوقات جو running proceedings ہوتی ہیں تو اس میں interruption ہوتی ہے جب Point of Order raise ہوتا ہے تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ ہم کوئی new public importance کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔ میری تجویز یہ ہوگی کہ جیسے Rules میں Point of Order کے حوالے سے لکھا ہوا ہے اس کو اس طرح treat کیا جائے اور جو Zero Hour ہے جس میں آدھا گھنٹہ رکھا گیا ہے اگر آپ اس کو Standing Committee on Rules of Procedures کو refer کر دیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Good observation. There is a Calling Attention Notice at serial No.3 in the names of Senator Mrs. Farhat Abbas and Mrs. Farah Aqil. Who would move?

آپ کریں گی جی فرح عاقل صاحبہ۔

Calling Attention Notice:
Non-issuance of Domiciles to the Christians in FATA

Senator Farah Aqil: I would like to draw the attention of the Minister for States and Frontier Regions, to a matter of sufficient public importance regarding non-issuance of domicile certificates to the Christian Community residing in FATA.

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! آپ respond کریں گے۔ ان کو جواب دینے دیں پھر آپ اپنا سوال کریں۔ جی۔

شیخ آفتاب احمد (وزیر مملکت برائے پارلیمانی امور): شکریہ۔ جناب چیئرمین! Calling Attention Notice میں یہ کہا گیا ہے کہ فاٹا کے علاقہ میں جو کرسچین رہتے ہیں انہیں ڈومیسائل سرٹیفکیٹ نہیں دیے جاتے۔ اس میں گزارش یہ ہے کہ وہاں پر ڈومیسائل سرٹیفکیٹ صرف ان ہی لوگوں کو دیے جاتے ہیں جو وہاں کے recognized tribes ہیں اور یہ قانون FCR کے تحت 1901 میں بنایا گیا تھا۔ چونکہ Minority کے لوگ وہاں پر recognized tribes نہیں ہیں یہ صرف وہاں پر اسی لیے آتے ہیں کہ ان کو وہاں کوئی کام مل جائے، کوئی ملازمت مل جائے تو ان کو ڈومیسائل تو نہیں دیا جاتا لیکن ایک مستقل رہائشی سرٹیفکیٹ PRC مل جاتا ہے جو equal ہوتا ہے ڈومیسائل کے۔ وہ مستقل ان کے پاس ہوتا ہے اور ان کو وہاں کا مستقل شہری تصور کیا جاتا ہے۔ اس میں گزارش یہ ہے کہ ان کو وہاں شناختی کارڈ بھی ملتے ہیں ان کو کوٹا کے حساب سے ملازمتیں بھی ملتی ہیں اور ان کو وہاں جائیداد کی خرید و فروخت پر بھی پابندی نہیں ہے لہٰذا جو ملک کا آئین یا قانون ہے وہ ان کو برابری کے حقوق دیتا ہے ماسوائے اس کے کہ چونکہ وہ recognized tribes نہیں ہیں اس لیے ان کو وہاں پر ڈومیسائل نہیں دیا جاتا۔

جناب چیئرمین: جی فرح عاقل صاحبہ۔

سینیٹر فرح عاقل: سب سے پہلے تو میں یہ بتانا چاہوں گی کہ یہ لوگ تو وہاں پر سو سال سے زیادہ عرصہ سے رہ رہے ہیں۔1914 میں وہ لوگ آئے تھے اور اب 2014 ہے۔انہوں نے یہ کیسی بات کی ہے کہ وہ وہاں کے recognized نہیں ہیں تو recognized ہونے کے لیے اور کیا کیا جائے۔انہوں نے کہا کہ ایک سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے جو اس کے متبادل ہے۔اس سرٹیفکیٹ کی وجہ سے نہ تو وہ کوئی مستقل نوکریاں کر پاتے ہیں، نہ وہ جائیداد خرید یا فروخت کر سکتے ہیں اور یہ کہہ دینا کہ وہ recognized tribes نہیں ہیں تو کیا یہ ایک reason ہے ان کو ڈومیسائل نہ دینے کا۔میں سمجھتی ہوں کہ یہ تو basic human rights کے خلاف بات ہے۔وہ ایک سو سال سے وہاں رہائش پذیر ہیں، وہ آج کل میں نہیں آئے۔یہ کہنا میرے خیال میں بہت زیادتی ہے۔

Mr. Chairman: Minister for Parliamentary Affairs.

شیخ آفتاب احمد: جناب چیئرمین! میں محترمہ سینیٹر صاحبہ سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ جس طرح میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ PRC کے تحت ان کو مستقل رہائشی سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے۔وہاں پر ان کو جائیداد خریدنے اور فروخت کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے وہاں پر ان کو باقاعدہ شناختی کارڈ ملتے ہیں اور ان کو ملازمتیں بھی ملتی ہیں۔ان کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں کیا جا سکتا جو ان کے بنیادی حقوق کے منافی ہو کیونکہ پاکستان کا آئین پورے ملک کے اندر برابر کے حقوق مہیا کرتا ہے۔

جناب چیئرمین: منسٹر صاحب! یہ بتائیں کہ کس provision کے تحت ڈومیسائل ملتا ہے under what law the domicile is given? میں نے یہ پوچھا ہے کہ permanent کی بات نہیں ہے Citizenship Act کے تحت ملتا ہے، کس قانون کے تحت ڈومیسائل ملتا ہے اس کا period of stay کتنا ہے۔دیکھیں Call Attention میں سوال ہی تو ہوتا ہے۔اس کو دیکھیں جیسے آپ خود کہہ رہے ہیں کہ وہ permanent resident ہے وہ وہاں پر پراپرٹی خرید سکتے ہیں۔اگر آپ Citizenship Act کی provisions دیکھیں تو وہ provisions موجود ہیں کہ کن کن کو ڈومیسائل کیسے مل سکتا ہے۔جی۔

شیخ آفتاب احمد: جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے یہ سوال صرف قبائلی علاقے کے لیے کیا گیا ہے تو اس میں، میں نے یہ گزارش کی ہے کہ 1901 میں یہ قانون انگریز نے بنایا تھا اور اسی قانون کے تحت وہاں کا نظام چل رہا ہے۔باقی پاکستان کے اندر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے خواہ وہ پنجاب میں ہوں، خیبر پختونخوا میں یا کسی اور صوبے میں ہوں ان کو وہاں کا ڈومیسائل مل سکتا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ یہ Citizenship Act وہاں پر لاگو نہیں ہے۔

شیخ آفتاب احمد: جی وہاں پر لاگو نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: جی اعتزاز احسن صاحب۔

سینیٹر اعتزاز احسن: جناب چیئرمین! آئین کا پہلا آرٹیکل جو ہے جس کو ہم فاٹا ایریا کہہ دیتے ہیں وہ part of Pakistan. Citizenship Act will apply to all ہے۔ان کو تو قانون کے تحت پاسپورٹ بھی ملتے ہیں۔کیا وزیر صاحب ان کو citizenship سے محروم تو نہیں کر رہے۔یہ جس طرح بات کر رہے ہیں اس کا مطلب ہے۔ اس علاقے میں پہلے ہی مسائل ہیں کہ طالبان قیدیوں کی رہائی مانگ رہے ہیں یعنی اپنی فوج مانگ رہے ہیں، وہ پاکستان فوج کا انخلا مانگ رہے ہیں یعنی اپنا علاقہ مانگ رہے ہیں، وہ معاوضہ مانگ رہے ہیں یعنی ایک رقم مانگ رہے ہیں کہ ان کا بجٹ بھی بن جائے۔یہ پہلے ہی ریاستی عناصر کے لیے بہت تھا اب اگر وزیر صاحب یا حکومت کی جانب سے یہ آئے کہ وہاں citizenship Act apply ہی نہیں کرتا۔ پاکستان کی شہریت کا قانون apply نہیں کرتا تو یہ بات تو چونکا دینے والی ہے۔یہ تو آرٹیکل چھ کی بات ہے کہ پاکستان کے ایک علاقے کو آپ پاکستان سے ہی باہر کر رہے ہو۔میرے خیال میں وزیر صاحب نے صحیح تشریح نہیں کی۔اگر ان کا خیال ہے کہ یہ تشریح درست ہے تو یہ تو بڑی تشویشناک بات ہے۔میں ان کے اس بیان پر احتجاج کروں گا۔

جناب چیئرمین: اس میں جو citizenship Act provisions ہیں ڈومیسائل کی certain period is prescribed that even if somebody doesn't hold a property he resides over can have a domicile. اس میں there as tenant even then he can have a domicile. There is an anomaly, I think so, this is an ambiguity.

So, I refer this issue to the Standing Committee concerned let it be examined over there. Why should they be deprived of their rights which are guaranteed to them under the Constitution. Thank you. Mian *sahib* we may now take up Item No.2. Regarding discussion on the following motion moved by Mian Raza Rabbani on 11th February, 2014:-

Commenced Motion

The House may discuss the Privatization Policy of the Government

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع فراہم کیا ہے۔ یقیناً privatization کا جو عمل اس وقت حکومت نے شروع کیا ہے، یہ ایک مزدور دشمن اور ایک مزدور کش پالیسی ہے۔

(اس موقع پر جناب صابر علی بلوچ، ڈپٹی چیئرمین سینیٹ کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

سینیٹر میاں رضا ربانی: افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ پالیسی اس لیے معرضِ وجود میں آ رہی ہے کیونکہ حکومت کے جو مذاکرات بین الاقوامی مالیاتی سامراج، IMF کے ساتھ ہوئے، اس میں حکومت نے بین الاقوامی مالیاتی سامراج، IMF کی شرائط کو مانتے ہوئے، ملک کے تمام strategic اور non-strategic assets کو، جن کی ملکیت وفاقِ پاکستان کے پاس ہے، privatize کرنے کی بات کی ہے۔

جناب چیئرمین! اس سلسلے میں اگر آپ IMF کی پریس ریلیز dated 12th September, 2013 which was issued after the IMF Executive Board concluded the 2013 Article-IV Consultations with Pakistan دیکھیں جس کی کاپی میرے پاس موجود ہے، اس پریس ریلیز میں آپ کو واضح طور پر پاکستان کے اداروں کی privatization کا ذکر ملے گا۔ اسی طرح اگر آپ Letter of Intent دیکھیں جو حکومت اور IMF کے درمیان 5 دسمبر، 2013 کو ہوا، اس میں بھی آپ کو ان تمام اداروں کی privatization کرنے کا ذکر ملے گا۔ اسی طرح اگر آپ اس Letter of Intent کے ساتھ Agreement کے Table No.2 کو دیکھیں جس کا عنوان ہے، "Pakistan's Structural Benchmarks under Extended Funds Facility" اس کی کاپی بھی میرے پاس موجود ہے اور in fact فاضل وزیرِ خزانہ نے اسے House میں lay بھی کیا ہے، therefore, it is the property of the House. وہاں بھی آپ کو پاکستان کے ان تمام اداروں کی privatization کا ذکر ملے گا۔ اسی طرح حال ہی میں IMF کے ساتھ جو حکومت کے مذاکرات دبئی میں ہوئے، جو review وہاں ہوا، اس میں جو IMF نے اپنی statement جاری کی، اس کی چند لائنیں پڑھنے کی اجازت میں آپ سے لوں گا۔ اس statement میں کہا گیا، میں اسے quote کرتا ہوں:

> "The Mission noted that the Government's privatization agenda remained on track with capital market transactions for some companies, investments by strategic investors and others and restructuring to improve resource allocation and limit the poor performance unfold."

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ privatization کا تمام تر عمل IMF یعنی بین الاقوامی مالیاتی سامراج کی dictate اور ان کے کہنے پر ہو رہا ہے۔ پاکستان کے تمام strategic اور non-strategic assets جس میں پی۔آئی۔اے، ٹیکسلا ہیوی مکینیکل کمپلیکس، اسٹیل ملز اور یہاں تک کہ ایئرپورٹس شامل ہیں، ان کو نجکاری کا شکار بنایا جا رہا ہے۔ یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ نہ صرف IMF کے ساتھ اس بات کو agree کیا گیا بلکہ اب IMF اس پر کڑی نظر بھی رکھے ہوئے ہے۔ جو حالیہ review کی talks ہوئیں، اس میں بھی انہوں نے اس بات کا نوٹس لیا۔ ان documents میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان اداروں کے لیے جو 100 کے لگ بھگ ہیں، CCI کی approval لی گئی۔ اگر CCI کی approval کے ضمن میں کسی back dated, 1997 کی approval کی بات کی جا رہی ہے تو ہم اس approval کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس کو ہم اس لیے تسلیم نہیں کرتے کیونکہ سپریم کورٹ واضح الفاظ میں اس approval کے لیے کہہ چکی ہے۔

ابھی پرسوں Council of Common Interests کی جو میٹنگ ہوئی، اس میں DISCOS کی نجکاری کے لیے جو approval لی گئی، وہ consensus approval نہیں تھی۔ CCI کے اکثر فیصلے consensus پر مبنی ہوتے ہیں لیکن یہ جو فیصلہ کیا گیا، اس میں کسی قسم کا کوئی consensus نہیں تھا کیونکہ صوبۂ سندھ کے چیف منسٹر نے DISCOS کی نجکاری کی مخالفت کی۔

میں یہاں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ کل سے پورا ملک سراپا احتجاج ہے۔ پورے ملک میں محنت کش تنظیمیں اس فیصلے کے خلاف مظاہرے کر رہی ہیں۔ میں آج آپ کے توسط سے یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ صوبہ سندھ آرٹیکل 154(7) کے تحت اپنا right محفوظ رکھتا ہے۔ آرٹیکل 154(7) کہتا ہے:

> "If the Federal Government or a Provincial Government is dissatisfied with a decision of the Council, it may refer the matter to [Majlis-e-Shoora (Parliament)] in a joint sitting whose decision in this behalf shall be final."

So, this option is available with the province of Sindh with regard to the decision of privatizing the DISCOS.

اسی طرح آرٹیکل 154(1) کے تحت جو ادارے Federal Legislative List Part-II میں آتے ہیں، اگر حکومت نے ان کی approval, Council of Common Interests سے نہ لی تو ہم اس بات کو بہت پہلے سے پارلیمان میں agitate کر رہے ہیں اور ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ سیاسی فیصلے پارلیمان میں ہی ہونے چاہییں لیکن اگر حکومت نے پارلیمان کا راستہ روکا اور پارلیمان کی بات کو وقعت نہ دی تو پھر ہم مجبور ہو جائیں گے کہ نجکاری کے پورے عمل کو عدالت میں challenge کر دیں۔ جناب والا! ہمیں اس بات کا بھی اعتراف اور یقین ہے کہ یہ ایک ایسی حکومت ہے کہ جب وہ اپوزیشن میں تھی تو عدالت کے فیصلوں پر عملدرآمد کی بات کرتی تھی اور جب وہ اپوزیشن میں تھی تو عدلیہ کی آزادی کی بات کرتی تھی لیکن آج عدالت کے جو فیصلے چیئرمین نادرا کی صورت میں سامنے آئے، چیئرمین پیمرا کی صورت میں سامنے آئے، چیئرمین پی سی بی کی صورت میں سامنے آئے، اے جی پی آر کے بارے میں عدالت کے جو فیصلے آئے اور سپریم کورٹ کا نجکاری کے بارے میں 2006 میں جو فیصلہ آیا، یہ حکومت ان تمام فیصلوں کو روندتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہے۔ اگر حکومت نے پارلیمان کی بات کو وقعت نہ دی تو ہم اس بات کو عدالتوں میں لے جانے کے لیے سوچیں گے۔

جناب چیئرمین! یہ کہا جاتا ہے کہ privatized state owned enterprises یقینی طور پر fail ہوں گی، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ argument درست نہیں ہے and this is not based on substantive evidence and does not address the question of privatization. The myth that ownership whether private or the public determines how an institution function needs to be dismissed. It is common belief and normally لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ تمام ادارے جو حکومتی ملکیت ہوتے ہیں، وہ successful نہیں ہوتے لیکن یہاں میں آپ کے سامنے مثال دینا چاہتا ہوں کہ Enron and Lehman Brothers state owned enterprises نہیں تھیں، وہ freely functioning, profit making enterprises تھیں لیکن وہ collapse کر گئیں اور اسی طرح دنیا میں ہزاروں privatized or privately owned companies کا close down ہو جاتا ہے، ان میں bad governance and corruption موجود ہوتی ہے۔ جناب والا! 2008 میں جب برطانیہ میں crisis آیا

تو کنزرویٹو حکومت نے بہت سارے بینکوں کو virtually nationalize کر لیا۔ اسی طرح امریکہ کے private sector میں auto industry اور اس کے ساتھ ساتھ بہت سے بینکوں کو bailout کرنے کی ضرورت پڑی تو اوبامہ حکومت کو آگے بڑھ کر پیسے دینے پڑے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب private sector falter کرے تو حکومتی funding اور مدد کی ضرورت ہوتی ہے، otherwise the free market capitalism would collapse اور ہم نے اس کا مشاہدہ پچھلے دنوں دیکھا۔

جناب چیئرمین! بہت سی ایسی companies جو services industry میں ہیں اور manufacturing کر رہی ہیں، they are owned by the state, آپ چین کو دیکھیں، انڈیا کو دیکھیں، برازیل کو دیکھیں، روس کو دیکھیں اور اس کے ساتھ ساتھ بہت سی ایسی companies جو free market enterprises میں ہیں، وہاں بھی، بلکہ اگر آپ کو یاد ہو تو 'The Economist' کی ایک حالیہ report آئی جس میں انہوں نے اس بات کو واضح کیا کہ کس طرح بہت سی حکومتوں نے large state owned corporations کو اپنایا اور وہ انہیں profitably چلا رہی ہیں۔

جناب والا! اگر ہم واپس پاکستان کی طرف آئیں تو یہ کہا جاتا ہے کہ state owned enterprises national exchequer پر burden ہیں اور سالانہ لگ بھگ پانچ سو بلین کے قریب ریاست کو برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ therefore, privatization must take place. یہاں سوال یہ اٹھتا ہے کہ اگر یہ ادارے خسارے میں جا رہے ہیں تو پھر انہیں کون خریدے گا؟ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ پہلے ان اداروں کو profitable بنایا جائے، پہلے ان اداروں کو ٹھیک کیا جائے اور جب یہ ٹھیک ہو جائیں تو پھر انہیں اونے پونے داموں crony capitalists کے ہاتھوں بیچ دیا جائے، یہاں یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ جب آپ نے اداروں کو درست کر ہی لیا اور آپ انہیں ایک profitable trend پر لے آئے تو پھر آپ انہیں کیوں نہیں چلا سکتے؟ میں یہاں ہندوستان کی مثال دینا چاہتا ہوں۔ آپ دیکھیں کہ ہندوستان کی ریلویز خسارے میں تھی لیکن وہاں یہ نہیں تھا کہ اسے حسبِ منشا privatize کرنا ہے، وہاں سوچ یہ تھی کہ اسے آگے بڑھانا ہے، اسے ٹھیک کر کے چلانا ہے، لہٰذا اسے ٹھیک کر کے چلایا گیا۔ اگر یہی spirit Pakistan Railways کے لیے ہو تو میں نہیں سمجھتا کہ Pakistan Railways کو onboard or online نہیں لایا جا سکتا۔

جناب چیئرمین! جب ہم خسارے کی بات کرتے ہیں تو ہمیں ایک بات بڑی واضح طور پر کرنی چاہیے کہ حکومت یہ تو کہہ رہی کہ یہ خسارہ ان state owned agencies کا سامنے آ رہا ہے لیکن حکومت اس بات سے کترا رہی ہے کہ اس ملک کے سرمایہ دار اور جاگیر دار پر ٹیکس لگایا جائے، اس ملک کی اشرافیہ پر ٹیکس لگایا جائے، tax net کے دائرے کو وسیع کیا جائے۔ وہ اس کے لیے تیار نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس آپ دیکھیں کہ سکیمیں آ رہی ہیں، SROs کے ذریعے سکیمیں آ رہی ہیں، پارلیمان کو bypass کر کے amnesty schemes آ رہی ہیں لیکن اگر اس کا آدھا فیصد بھی یہ tax collect کریں تو خسارہ وہاں سے پورا کیا جا سکتا ہے۔ جناب والا! بہت سے economists نے اس بات کو بھی سامنے

رکھا ہے کہ اگر SRO culture ختم کر دیا جائے اور ایک Equitist Tax Regime introduce کیا جائے تو taxation double کی جا سکتی ہے۔

Mr. Chairman, The government should try the experience of taxing Pakistan's rich and wealthy rather than putting indirect taxes on the people of Pakistan.

جناب چیئرمین! اختر حسن خان صاحب نے ایک study carry out کی ہے اور اس میں انہوں نے کہا ہے کہ

"only 20% of the firms perform better after privatization while 30% perform worse after privatization. Many units end up being closed and their assets being stripped. They have often been undersold." Then he goes on and he says, Mr. Chairman, that "in the past some of the public sector enterprises were sold to groups who had no previous experience in that line of business and to foreign buyers who now remit profits abroad in almost all cases retrenchment of labour has taken place."

نوکری تو ہم نہیں دے سکتے لیکن جن کی نوکری لگی ہوئی ہے سرمایہ دار، سیٹھ اور crony capitalist کو فائدہ دینے کے لیے ہم ان کی نوکری چھینیں گے، ان کا چولھا بند کریں گے لیکن ہم یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم اس بات کی اجازت ہرگز نہیں دیں گے۔

جناب چیئرمین! جس قسم کی privatization ہونے جا رہی ہے اس کی مثال تو already ہمارے سامنے ہے۔ پچھلی ہونے والی privatization کو تو چھوڑ دیں، وہ تو حسب منشا ہو گئی لیکن ابھی کیا ہو رہا ہے۔ واپڈا نے خیال خاور ہائیڈرو الیکٹرک پاور کا 128 Mega Watts کا ایک civil works کا contract award کیا۔ وہ ایک ایسی کمپنی کو دیا گیا جس کو ورلڈ بنک نے suspend کیا ہوا ہے۔ The decision amounts to violating international and domestic contractual obligations as the public procurement regulatory authority abides by World Bank rules. ایک black listed organization ایک کمپنی جو investigations face کر رہی ہے for alleged suspicious and wrong doings in an applicant contract اور وہ کمپنی ایک دوسرے نام کے تحت آتی ہے اور اس کو contract دے دیا جاتا ہے۔ اسی قسم کی privatization crony capitalists کو فائدہ پہنچانے کے لیے کی جائے گی۔

جناب چیئرمین! دوسری طرف آپ دیکھیں کہ Advisor or Special Assistant on Aviation مقرر کیے جاتے ہیں اور اس Advisor or Special Assistant کا direct clash of interest ہے اور وہ clash of interest کیا ہے۔

No.1, he owns or is a partner in Royal Airport Services which has or provides facilities at Islamabad, Lahore and Karachi airports. It handles terminal services cargo ramp in air traffic control for a number of airlines.

No.2, one of his business partners was awarded the construction of the new Islamabad Airport.

No.3, He was court marshaled in the Pakistan Air Force for dual nationality and he is undoubtedly a dual national. He was removed by a decision of the Supreme Court of Pakistan and the court was informed that he tendered his resignation and now he has been appointed again and the purpose of his appointment is to facilitate the privatization of PIA and the privatization of Civil Aviation Authority.

Mr. Chairman! PIA and the Civil Aviation Authority are strategic national assets of Pakistan. The Civil Aviation controls not only the airports but it controls the airspace of Pakistan. It is privy to VIP movement. It is privy to movement of the Air Force and the Army Aviation and the Navy Aviation Corps. It is privy to sensitive national security matters and today this government wants to privatize the Civil Aviation Authority, hand it over to their own cronies who may be there, in collaboration with foreigners. You are putting the national security of Pakistan at risk but leaving that aside, Mr. Chairman, let me come back to PIA.

پی آئی اے کی نجکاری اس کے جہاز اور اس کی دیگر چیزوں کو تو آپ چھوڑ دیں، پی آئی اے کی اصل نجکاری جو یہ کرنا چاہ رہے ہیں وہ اس لیے ہے کہ پی آئی اے کے کمرشل پلاٹس ہیں، کمرشل بلڈنگز ہیں جن کی آج commercial value آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔ یہ property لاہور، کراچی، ملتان، پشاور، اسلام آباد، راولپنڈی اور سب جگہوں پر ہے۔

جناب چیئرمین! پھر آپ اور آگے چلیں، ہمارے پاس جو اس وقت اطلاعات ہیں وہ یہ ہیں کہ نیو یارک میں پی آئی اے کا Roosevelt Hotel موجود ہے، جو prime location پر ہے اور جس کے 700 rooms سے زیادہ ہیں۔ وہ پی آئی اے کے تحت ہے، اس کی ایک subsidiary کے تحت ہے لیکن اس کے لیے الگ negotiations ہو رہی ہیں تاکہ اس کا مک مکا الگ سے اور حسب منشا کر دیا جائے۔ اسی طرح نیو یارک میں پی آئی اے کی properties میں شامل ایک گھر ہے۔ اسی طرح دیگر foreign capitals میں پی آئی اے کی properties موجود ہیں۔ دراصل ہڑپ، شڑپ، غڑپ ان properties کو کرنا ہے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر میاں رضا ربانی: ان کو اپنانا ہے اور جو اطلاع میرے پاس ہے اور ہو سکتا ہے یہ غیر مصدقہ ہو لیکن جو اطلاع اس وقت تک موجود ہے وہ یہ ہے کہ MCB بنک، یہ کس کا بنک ہے؟ یہ میں نہیں جانتا۔ MCB بنک کو پی آئی اے کے 8% shares دیے جا رہے ہیں اور یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ 8% shares in lieu of a loan گروی رکھے جا رہے ہیں۔ اس کو پھر کس نے آ کر لینا ہے؟ کون اس کی feasibility تیار کر رہا ہے؟ یہ ایک Financial Manager ہے جو KESC میں ابراج گروپ کے لیے کام کرتا تھا۔ KESC کا نام تبدیل کیا گیا اور اس کو Electric Supply Company کیا گیا۔ اس میں partner کون ہے؟ حسب منشا لوگ ہیں

(اس موقع پر اپوزیشن کے اراکین نے ڈیسک بجائے)

سینیٹر میاں رضا ربانی: اور ان کے لوگ اب پی آئی اے کی privatization کی feasibility تیار کر رہے ہیں۔ کہاں جائے گی یہ قوم!!!۔ سونے پر سہاگہ، بات ہو رہی تھی Civil Aviation Authority کی، یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں، آپ روزنامہ Dawn یکم فروری 2014 اٹھا کر دیکھ لیں اس میں حسب منشاء ایک statement ہے کہ جب PIA privatize ہو جائے تو پھر کیا جواز رہتا ہے حکومت کے پاس کہ وہ ائرپورٹس اپنے پاس رکھے۔ یعنی یہ صرف PIA ہی نہیں ہو گی، PIA کے ساتھ تمام ائرپورٹس بھی privatize کیے جائیں گے اور یقیناً انہی لوگوں کے حوالے کیے جائیں گے لیکن یہ سب ہو رہا ہے آئین سے ماورا،

above the Constitution. PIA and CAA, they are on the Federal Legislative List Part 2. How can a Financial Advisor be appointed for PIA without the privatization policy being approved by the Council of Common Interests? It is unconstitutional. You are flouting the Constitution. You are tearing into smithereens and I am reminded of what Zia-ul-Haq said, that the Constitution is a four page or a tri page document which I can tear up whenever I want and that is exactly what you are doing?

جناب چیئرمین! آپ دیکھیں کہ KESC کی بات کی جاتی ہے۔ ہم نے اس وقت بھی KESC کی نجکاری کو oppose کیا تھا۔ ہم نے یہ کہا تھا کہ یہ درست نہیں ہے۔ Foreign capital نہیں آئے گا، سسٹم upgrade نہیں ہو گا، چوریاں نہیں رکیں گی اور مزدوروں کی چھانٹی ہو گی لیکن ہماری بات کسی نے نہیں سنی۔ ہم نے یہ کہا تھا کہ دنیا کی آپ کہیں پر بھی مثال دیکھ لیں، service industry کو جہاں کہیں بھی privatize کیا گیا ہے وہاں پر ناکامی رہی ہے لیکن ہماری بات کسی نے نہیں سنی۔ میں آپ کے سامنے یہ رپورٹ جو پرسوں lay ہوئی ہماری اپنی سٹینڈنگ کمیٹی کی اس میں سے صرف دو چیزیں آپ کو پڑھ کر سناؤں گا اور وہ executive summery page-3, paragraph-3 اور یہ ہم نہیں کہہ رہے ہیں middle of the paragraph,

As the Ministry of Water and Power mentioned in its summary to ECC dated 12-10-2008 that "the performance of KESCL ever since its privatization has been highly unsatisfactory primarily due to their failure to inject appropriate capital into the company, lack of competent operators for O&M, high level T&D losses and accumulated losses of nearly Rs.50 billion at the close of financial year 2007-08.".

تو یہ جو سبز باغ دکھائے جا رہے ہیں کہ جو crony capitalists ہیں جنہوں نے ہماری مدد کی وہ جب یہ فیکٹریاں اور ملیں لیں گے تو وہ پیسے لگائیں گے لیکن یہ ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ پھر کہا جا رہا ہے کہ جناب! لیبرز کو نہیں نکالا جائے گا۔ لیبرز کے rights کا تحفظ کیا جائے گا۔ میں آپ کو اسی رپورٹ کے page-5 پر لے کر جاتا ہوں۔ Page-5 کے paragraph-9 پر میں آپ کو لے کر جاتا ہوں۔

That during the privatization of KESC in 2005, the Privatization Commission issued a KESC employees protective package clearly indicating that no retrenchment of employees would take place and all benefits and privileges

including shares of KESC would be given to the employees as per agreement but the consortium had denied all these obligations without any fear of legal action and then it goes on as to what they have done.

تو یہ باتیں کہ سرمایہ دار اپنا سرمایہ لگائے گا، سرمایہ دار فیکٹری مزدور کو نوکری سے نہیں نکالے گا یہ ایک خام خیال ہے۔ جناب چیئرمین! اسی طرح آپ PTCL کو دیکھ لیں۔ PTCL کا کیا ہوا؟ PTCL نے بھی آج جو پیسے آپ کو دینے تھے وہ نہیں دے رہے ہیں۔ وہاں پر بھی تو آپ نے 26% دیا ہے لیکن وہ تو اس کے مالک بن گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم یہ پیسے اس وقت دیں گے جب یہ ساری پراپرٹی خواہ وہ کروڑہا روپے کی پراپرٹی ہے، جب تک یہ ساری پراپرٹی آپ ہمارے ہاں transfer نہیں کریں گے ہم پیسے نہیں دیں گے۔ بھئی آپ کے پاس تو صرف 26% ہے۔ جو پیسے آپ نے دینے ہیں وہ دیں you are already using some of those properties, you don’t get all the properties by right, you are only 26% shareholder. So, 26% of that property is yours. چلیں اس بحث میں ہم نہیں جاتے۔ جناب چیئرمین! یہ کہا جاتا ہے کہ جناب! یہ جذباتی rhetoric ہے۔ یہ 1960 اور 1970 کی rift کی بات ہے اور نئے capitalism کے تقاضے اس بات کو demand کرتے ہیں کہ privatization ہو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جن ملکوں میں privatization ہوئی ہے ان ملکوں میں ہی وہ privatization ناکام بھی ہو گئی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ میں ایک alternative to the privatization process آپ کے توسط سے دینا چاہتا ہوں اور اس میں یقیناً improvements بھی ہو سکتی ہیں and with your permission if I may be allowed to read.

(1) The Government should bring into the tax net the capitalists, industrialists and members of the ruling elite who are avoiding to pay tax.

(2) The Government should do away with the culture of providing tax relief and other duty concessions through SROs.

(3) The moneys collected through items (i) and (ii) can be used for the state owned enterprises.

(4) Professional and Technical Boards of Directors should replace the present Boards.

(5) Professionals trained in corporate management; having particular experience of running the enterprises entrusted to them should be inducted into the management.

(6) Checks on pilferage, over expenditure and non-transparency in accounts should be strictly checked and enforced.

(7) Labour unions should be given their 12% share in these organizations under the law and made an integral part of the management and organization, to make them stakeholders in the financial health of the organization.

(8) Trade unions must assist in the efficient running of these institutions and realize that the alternative consequence means privatization and loss of job.

(9) Finally, political interference in the appointments, transfers and postings must be stopped immediately.

Mr. Chairman, these 09 points offer an alternative if the Government does not want to tread the path of crony capitalism but if it is hell bent,

اگر وہ اس بات پر ہٹ دھرمی پر قائم ہے کہ IMF, بین الاقوامی مالیاتی سامراج اور اپنے crony capitalists کو فائدہ پہنچاتا ہے تو پھر کم سے کم میں پاکستان پیپلز پارٹی کے لیے کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی پاکستان کے محنت کشوں اور پاکستان کے مزدوروں کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑی ہو گی اور ہم اپنے پارلیمانی اور legal options کو پوری طرح exploit کریں گے اور اگر مزدوروں کو finally سڑکوں پر بھی نکلنا پڑا تو ہم ان کے شانہ بشانہ ہوں گے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئر مین: شکریہ۔ چوہدری جعفر اقبال صاحب۔

سینیٹر چوہدری محمد جعفر اقبال: شکریہ جناب چیئر مین۔ جناب چیئر مین! میرے colleague نے بڑی ہی دھواں دار تقریر کی اور اپنی پارٹی کی نمائندگی کی۔ جناب چیئر مین! سب سے غور طلب بات یہ ہے کہ آخر حکومت نے privatization کرنے کی کیوں planning کی؟ جناب چیئر مین! پاکستان میں اس وقت یعنی موجودہ دور میں جو state enterprise deficit میں جا رہی ہیں، جن کا خسارہ تقریباً 500 ارب روپے کا ہے، جن میں Steel Mills, PIA, etc. شامل ہیں۔ وہ پیسا جو پاکستان کے غریب عوام اور tax payers کی جیب سے نکل کر بجائے پاکستان کے غریب عوام کی فلاح و بہبود پر لگتا جیسا کہ صحت، تعلیم، development, unemployment وغیرہ، وہ یہ سارے ہاتھی کھا رہے تھے اور دنیا میں آج یہ ثابت ہوا کہ جو communism تھا، جو socialism تھا، کسی وقت میرے یہ ساتھی ان کے پیروکار ہوا کرتے تھے، وہ فیل ہو چکا ہے۔ آج ساری دنیا capitalism کی طرف جا رہی ہے، economy کو بہتر کرنے کی طرف جا رہی ہے۔ یہاں چین، روس اور انڈیا کی مثالیں دی گئیں، یہ وہ ممالک ہیں جنہوں نے ملک میں پیسے کو لانے کے لیے، encourage کرنے کے لیے، economy کو بہتر کرنے کے لیے foreign investment کو attract کیا۔ آج موجودہ حکومت، پاکستان مسلم لیگ کی حکومت، اپنے سابقہ تجربے کو مد نظر رکھتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ بجائے اس کے کہ یہ اربوں اور کھربوں ڈالر ان چیزوں پر لگائے جائیں یہ ضیاع ہو گا، اس سے بہتر یہ ہو گا کہ ان کو privatize کیا جائے۔ جناب چیئر مین! یہ حکومتوں کا کام نہیں کہ وہ ہوائی جہاز، ہوٹل اور ریلوے جیسی چیزیں چلائے۔ آپ دنیا میں دیکھیں، آپ یورپ کی مثال دیکھیں، امریکہ کی مثال دیکھیں، آپ UK کی مثال دیکھیں، میرے یہ colleagues وہاں جاتے ہیں، وہاں پر privatized companies ہیں۔ British Airways, British Railways, etc. یہ وہ companies ہیں جو flourish کر رہی ہیں۔ ہاں امریکہ میں یہ ہوا کہ جب وہاں losses ہوئے تو ایک bailout programme کے تحت American Government نے General Electric Company کو support کرنے کے لیے millions of dollar دیے لیکن یہاں ہم پر

الزام لگایا گیا IMF کا۔ جناب چیئرمین! 1998 میں ہم نے اس سے چھٹکارا حاصل کر لیا تھا۔ یہ تو جنرل پرویز مشرف کے دور کی وہ لعنت ہے اور پچھلے پانچ سالہ دور جو پیپلز پارٹی کا ناکام دور تھا، اس کی وجہ سے آج ہمیں پھر IMF سے قرضے لینے پڑے اور ان کی terms and conditions کو accept کرنا پڑا اور ہم پر بوجھ پڑا۔ 3 billion dollars سالانہ تو ہمیں صرف اقساط کی ادائیگی کے لیے چاہئیں۔

(اس موقع پر ایوان میں آذان ظہر سنائی دی)

سینیٹر چوہدری محمد جعفر اقبال: جناب چیئرمین! میں IMF کے حوالے سے بات کر رہا تھا اور آج میں یہاں on the floor of the House یہ کہنا چاہوں گا کہ جناب چیئرمین! ان پانچ سالوں میں ان مزدور دوست لوگوں نے کیا کیا؟ آج پاکستان کا نوجوان بے روزگار ہے، آج پاکستان میں روزگار نہیں صرف ان کی اپنی failed policies کی وجہ سے ایسا ہوا۔ جناب چیئرمین! یہ قابل غور بات ہے کہ history میں کبھی ایسے نہیں ہوا کہ حکومت کے جانے کے بعد ان کے سربراہان کو Accountability Courts کو face کرنا پڑے، NAB کو face کرنا پڑے لیکن آج دو سابقہ حکومتوں کے وزراء اعظم face کر رہے ہیں۔ کیا ان کی اچھی policies تھیں۔ میں یہاں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہاں privatize کرنے کی policy غلط نہیں ہے بشرطیکہ اس میں شفافیت ہونی چاہیے، اس میں transparency ہونی چاہیے اور ہم اس کو ensure کر رہے ہیں جناب چیئرمین۔ ہم اس کو بھی ensure کر رہے ہیں کہ مزدوروں کو بے روزگار نہ کیا جائے۔ ہم یہاں روزگار مہیا کرنے آئے ہیں۔ ہم بے روزگار کرنے نہیں آئے لیکن ملک چلانا ہے، ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر صرف اپنی جیبیں بھرنے کی مثال کو قائم نہیں رکھنا۔ جناب چیئرمین! اس ملک میں یہی ہوتا رہا۔ نہ خود کام کیا نہ ہی کوئی اچھا plan دیا۔ میں آپ کی وساطت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جو ہماری privatization کی پالیسی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس میں سب سے بڑی بات شفافیت کی ہے کیونکہ پچھلے پانچ سالوں کو آپ دیکھیں۔ ہم نے پچھلے پانچ سال پنجاب میں حکومت کی اور ایک بھی الزام ہم پر نہیں لگا۔ وہاں پر investments ہوئیں۔ جناب والا! یہ جو ہم Metro Transport System لے آئے ہیں تو کیا ہم پر کوئی الزام لگا؟ ہم نے جب پچھلے دور میں Motorways بنائی تو ہمیں کہا گیا کہ اس میں تو لوٹ مار ہوئی ہے۔ کیا ہم پر یعنی میاں محمد نواز شریف کی حکومت پر کوئی ایک الزام لگا؟ جناب چیئرمین! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب تمام چیزوں کو پیچھے رکھ کر پاکستان کے مفاد کو خاطر میں رکھتے ہوئے ہمیں کام کرنا ہے۔ یہاں پر ذکر یہ بھی ہوا کہ Council of Common Interests میں یہ معاملہ اٹھا۔ ابھی سوموار کو اس کی meeting ہوئی ہے اور Council of Common Interests میں وہ فیصلے ہوئے ہیں جو پاکستان پیپلز پارٹی کے پچھلے پانچ سالہ دور میں نہیں ہوئے۔ اس میں coal projects پر sovereign guarantees دی گئی ہیں جناب چیئرمین۔ وہاں پر اتفاق رائے قائم ہوا ہے اور میں یہاں یہ کہنا چاہوں گا کہ انشاء اللہ تعالیٰ پاکستان کے عوام بھی دیکھیں گے، ہمارے یہ بھائی اور colleagues بھی دیکھیں گے کہ پاکستان کو جس طریقے سے اور جن crises میں ہمارے حوالے کیا گیا، انشاء اللہ تعالیٰ 2018 کا پاکستان ایک load shedding free Pakistan ہوگا، ایک corruption free Pakistan آپ کو دیں گے، ایک پھلتا پھولتا ہوا پاکستان آپ کو دیں گے

اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ پاکستان ہوگا جس stage پر پاکستان کو ہونا چاہیے۔ ہمیں چودہ سال ایک سائیڈ پر رکھا گیا، اس کی وجہ سے ہم بیس سال پیچھے چلے گئے، انشاء اللہ تعالیٰ اگلے بیس سال میں ایک سنہری پاکستان ہوگا۔ جناب والا! یہاں پر جو apprehension ہمارے بھائیوں کی ہے اس کے بارے میں گزارش کروں گا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کسی قسم کی بھی کرپشن نہیں ہونے دیں گے۔ نج کاری کا فیصلہ درست ہے، ہمارے تجربات کہتے ہیں۔ یہاں پر پی ٹی سی ایل کی نج کاری کی بھی بات کی گئی، جناب چیئرمین! پی ٹی سی ایل کے پیسے انہوں نے پچھلے پانچ سالوں میں نہیں لیے، اسی سال وہ کمپنی رقم ادا کرے گی۔ جناب والا! ہم نے ہر وہ کام کرنا ہے جو ملک و قوم کے مفاد میں ہوگا، عوام کے مفاد میں ہوگا۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: زاہد خان صاحب آپ بولیں گے؟ حاجی صاحب کہہ رہے ہیں نہیں، کل کر لیں، حاجی غلام علی صاحب۔

سینیٹر حاجی غلام علی: جناب والا! میری ایک تحریک التوا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: تحریک التوا نہیں، موشن پر discuss کر لیں۔

سینیٹر حاجی غلام علی: motion پر بھی بات کر لوں گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی سعید غنی صاحب۔

سینیٹر سعید غنی: بہت، بہت شکریہ، جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ میاں رضا ربانی صاحب نے بہت تفصیل سے privatization کے موجودہ حکومت کے منصوبے پر بات کی ہے۔ میں ان چیزوں کو دہراؤں گا نہیں لیکن کچھ اور facts کچھ اور تضادات جو حکومتی موقف میں ہیں ان کو سامنے رکھوں گا۔ اس کے علاوہ جو ماضی کی privatization ہوئی ہے اس میں کیا کچھ ہوا ہے وہ میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہوں گا۔

جناب والا! حکومت نے پہلے یہ موقف اختیار کیا، بلکہ پہلے بھی جب میاں صاحب کی حکومت تھی تو موقف یہی تھا کہ ادارے خسارے میں ہیں اور وہ قومی معیشت پر بوجھ ہیں۔ ہماری معیشت کا بہت سارا پیسہ یہ ادارے کھا جاتے ہیں، یہ پیسہ اگر ہم بچا لیں تو ہم اپنے ملک کی معیشت کو بھی ٹھیک کریں گے، جو علاقے ہمارے develop نہیں ہو سکے ہم ان کو بھی develop کریں گے، ان کی privatization کے ذریعے جو پیسہ ہمارے پاس آئے گا اس سے ہم اپنے ملکی قرضے بھی اتاریں گے۔

جناب والا! privatization ہوئی، میاں صاحب کے پچھلے دور 1991 سے شروع ہوتی ہے اور 2007 تک وہ جاری رہتی ہے۔ اس تمام عرصے میں 167 units اس حکومت نے privatize کیے، اس privatization کے نتیجے میں جو حکومت کو پیسے ملے وہ 476 ارب روپے ہیں، آج حکومت یہ کہتی ہے کہ پانچ سو ارب روپے کا خسارہ ان اداروں کی وجہ سے ہے، 166 ادارے بیچ کر ہمیں 476 ارب روپے ملے، ان تمام اداروں کی لسٹ میں 29 ادارے ایسے ہیں جو بینک ہیں، یا بینک کے علاوہ دوسرے مالیاتی ادارے ہیں۔ جناب والا! ان banks میں MCB بھی ہے، حبیب بینک بھی ہے، UBL بھی ہے ABL بھی ہے اور چھوٹے چھوٹے بے شمار بینک ہیں۔ ان تمام اداروں کو، ان تمام banks کو

بیچ کر جو پیسے حاصل ہوئے تھے وہ 174ارب روپے ہیں، یہ باتیں میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں، میرے سوال کے جواب کے نتیجے میں یہ تمام figures سینیٹ میں پیش کی گئی ہیں۔ جناب والا! 174ارب روپے تمام banks بیچنے کے بعد ملے، تمام مالیاتی ادارے بیچنے کے بعد اور 476ارب روپے ملے 166ادارے بیچنے کے بعد۔ میں نے جب یہ سوال کیا تھا کہ مجھے یہ بتایا جائے کہ ان اداروں میں سے کتنے ادارے ہیں جو اس وقت چل رہے ہیں اور کتنے ادارے ہیں جو بند ہوگئے ہیں، کیا حکومت کے پاس کوئی ایسا mechanism ہے کہ اداروں کو بیچنے کے بعد ان پر چیک رکھ سکیں، ان پر نظر رکھ سکیں کہ آیا وہ چل بھی رہے ہیں یا نہیں چل رہے، کسی نے ان کی زمین تو نہیں بیچ دی، کسی نے اس کی مشینری تو نہیں بیچ دی، جواب دو لائنوں کا آتا ہے اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں پڑھ دیتا ہوں۔

> "Privatization Commission has no mechanism to monitor the closure of units of the privatization and the reasons thereof".

Privatization Commission کے پاس، ہماری حکومت کے پاس ایسا کوئی mechanism نہیں ہے کہ وہ 166 اداروں کو یہ دیکھے کہ وہ چل بھی رہے ہیں یا نہیں، کسی نے زمین بیچ دی، لوگوں کو نکال دیا، مشینری بیچ دی، ہمارے پاس کوئی mechanism نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ

No framework/mechanism in the Privatization Commission exists to keep a check on privatized units.

ہم دیکھنا بھی نہیں چاہتے، ہمیں پتا بھی نہیں ہے کہ کس طرح چل رہے ہیں۔ آپ کے پاس کوئی mechanism نہیں ہے۔ اب 166ادارے بیچنے کے بعد حکومت نے جو نئی فہرست بنائی ہے وہ غالباً 68 ہیں یا 65 ہیں جن کو وہ بیچنا چاہتے ہیں۔ وہی پرانا رونا کہ جی ادارے خسارے میں چل رہے ہیں، جب پوچھتے ہیں تو دو نام آتے ہیں، پی آئی اے اور سٹیل ملز، اس کے علاوہ تیسرا نام نہیں لیتے ہیں۔ اس فہرست میں جو دیگر ادارے ہیں وہ ایسے ہیں جو اربوں روپے منافع کما رہے ہیں۔

جناب والا! اگر ہم کہتے ہیں کہ منافع کمانے والے لسٹ میں کیوں ہیں تو دوسرا argument آتا ہے کہ بزنس چلانا حکومت کا کام نہیں ہے، ادارے چلانا حکومت کا کام نہیں ہے، ابھی میرے دوست جعفر اقبال صاحب فرما رہے تھے کہ حکومتیں ائرلائن نہیں چلاتیں، حکومتیں ریلوے نہیں چلاتیں لیکن حکومتیں میٹرو بس چلا لیتی ہیں، آپ پی آئی اے کو اس لیے نہیں چلانا چاہتے کہ آپ کو اس میں پیسے دینا پڑتے ہیں، آپ سٹیل مل کو اس لیے نہیں چلانا چاہتے ہیں کہ آپ اس میں billion of rupees دیں گے، آپ ریلوے کو اس لیے نہیں چلانا چاہتے کہ اربوں روپے دینا پڑتے ہیں لیکن میرے بھائی آپ نے بڑے فخر سے کہا تھا کہ میٹرو بس لاہور کے لیے سالانہ اتنے ارب روپے کی subsidy رکھی ہے۔ یہ صرف لاہور کے لیے نہیں ہے، ماشاء اللہ پنڈی میں بھی بنا رہے ہیں، پھر میاں صاحب جہاں جاتے ہیں کہہ دیتے ہیں میں یہاں پر میٹرو بس چلاؤں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ملک کے ہر شہر میں میٹرو بس چلانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ پنجاب میں میٹرو بس سروس کے لیے ایک ارب روپے سالانہ subsidy دے رہے ہیں، اتنی نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ ہے لیکن اگر ایک ارب روپے ہے، اگر آپ دس شہروں میں بنا دیں گے اور سالانہ subsidy ایک ارب روپے ہو گی، یہ اس صورت میں ہے کہ بسیں نئی ہیں، یہ اس صورت میں ہے کہ یہ ٹریک نئے ہیں، آپ کی ساری مشینری نئی ہے، وقت کے ساتھ ساتھ آپ کی subsidy بڑھے گی، اس لیے کہ جو بسیں چل رہی ہیں اس کی diesel consumption بڑھے گی

لیکن اس کو آپ privatize نہیں کریں گے اس لیے کہ وہ آپ کا بچہ ہے، اس لیے کہ وہ آپ نے پیدا کیا ہے، اس لیے کہ اس کو آپ چلانا چاہتے ہیں لیکن باقی جو ملک کے ادارے ہیں وہ آپ کے بنائے ہوئے نہیں ہیں، آپ کو اس کا دکھ نہیں ہے، اس لیے آپ نے اس کو چلانا نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! یہ کہتے ہیں کہ پانچ سو ارب روپے کا خسارہ ہوتا ہے، میاں صاحب نے بھی بتایا، میں اور وضاحت سے کوشش کرتا ہوں کہ اس کو سمجھاؤں کہ SRO کے ذریعے، جتنی tax exemptions دی جاتی ہیں وہ پانچ سو ارب سے زیادہ ہیں، اگر آپ وہی ختم کر دیں ان اداروں کا بوجھ اتر گیا، آپ نے خود اپنے منشور میں کہا تھا کہ ہم direct tax بڑھائیں گے، آپ نے وہ تو نہیں بڑھایا، آپ نے indirect tax بڑھا دیئے، اگر آپ direct tax بڑھائیں، آپ اگر direct tax and tax net بڑھائیں تو اس وقت آپ جو دو سو ارب کما رہے ہیں، وہ تقریباً چار ہزار ارب ہو سکتا ہے۔ اگر آپ اس target کا 50% achieve کر لیں تو ایک ہزار ارب زیادہ کما سکتے ہیں۔ ان اداروں کا بوجھ تو کچھ بھی نہیں ہے لیکن problem وہی ہے جو رضا ربانی صاحب نے بتایا ہے کہ یہ سب کچھ اپنے چند دوست، چند چاہنے والوں کو دینا ہے۔ اگر ان سے پوچھیں کہ جناب پچھلی privatization کا جو فائدہ ہوا تھا، وہ تو بتائیں کہ کتنے ادارے چل رہے ہیں؟ یہ کہتے ہیں کہ MCB, UBL, ABL کیسے اچھے طور پر چل رہے ہیں۔ جناب! پہلی بات یہ ہے کہ یہ بینک خسارے میں نہیں تھے، یہ جس وقت privatize ہوئے تھے، اس وقت بھی منافع کما رہے تھے۔ اگر بینکوں کی privatization کی وجہ سے ان کا منافع بڑھ رہا ہے تو مجھے بتائیے کہ National Bank private نہیں سرکاری بینک ہے مگر اس کا منافع کیوں اربوں روپے میں ہے؟ جناب! وجہ یہ ہے کہ بینکوں نے اپنے account holders and depositors کو جو منافع دینا تھا، وہ نہیں دیا۔ بینک لوگوں کو جو services provide کر رہے ہیں، ان پر اپنے charges بڑھا دیے ہیں اور بینکوں نے دیگر ذرائع سے پیسہ بنانا شروع کیا ہے، اس لیے ان بینکوں اور سرکاری بینک کے منافع میں اضافہ ہوا ہے۔ ایک بڑی دلچسپ بات ہے، اگر میرے دوست اس پر کبھی survey and research کریں کہ جب بینک حکومت کے پاس تھے تو انہوں نے کتنے قرضے معاف کیے اور جب banks privatize ہو گئے تو انہوں نے کتنے قرضے معاف کیے۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ سرکاری شعبے میں رہتے ہوئے کسی بینک نے یا تمام بینکوں نے ملا کر دس ارب روپے کے قرضے معاف کیے ہوں گے تو آج نجی شعبے میں جانے کے بعد یہ بینک چار سو ارب روپے کے قرضے معاف کر رہے ہوں گے۔ اس لیے کہ یہ ساری game capitalists کی ہے، یہ اسی سے قرضے لے کر ان کو bad loans کرواتے ہیں اور وہ قرضے معاف ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ قرضے بینک مالک کی جیب سے نہیں جاتے۔ وہ قرضے اس بینک کے depositors کے پیسوں سے pay کیے جاتے ہیں۔ لوگوں کو یہ game سمجھ نہیں آ رہی اور یہ چاہتے ہی نہیں کہ کوئی سمجھ سکے۔ یہ بہت بڑا مافیا ہے جو اس ملک پر قابض ہے اور جو ادارے رہ گئے ہیں، یہ ان پر بھی قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ چاہتے ہی نہیں کہ اس ملک کے ادارے لوگوں کو اور اس ملک کو serve کریں۔ جناب! 2001 میں سارے بینکوں کا مجموعی منافع 1.1 ارب تھا اور 31st December 2012 میں مجموعی منافع 187 ارب روپے ہو گیا یعنی 16900% اضافہ ہوا ہے۔ مجھے بتائیے دنیا میں کس بینک کا منافع اتنا بڑھا ہے؟ مجھے بتائیے کہ ملک میں کسی اور شعبے میں

اتنی ترقی ہوئی ہے؟ چلیں آپ نے منافع کما لیا لیکن کیا منافع کمانے کے بعد وہ ان اداروں میں کام کرنے والے مزدوروں کو کچھ دے رہے ہیں؟ یہ MCB کی مثال دیتے ہیں، میں ان کو challenge کرتا ہوں، یہ MCB کا survey اور research کریں، میرا تعلق MCB سے رہا ہے، میں MCB کا dismissed employee ہوں، MCB جب privatize ہوا تو تقریباً 11000 سے زائد ملازم اس ادارے میں کام کرتے تھے اور یہ regular employees تھے لیکن آج ایک ہزار بھی نہیں ہیں۔ یہ فرق ہے privatization کا۔ آپ جس ادارے کی مثال دیتے ہیں کہ وہ آسمان کو چھو رہا ہے، جو آپ کا ideal ہے، یہ جو پوری دنیا میں بتاتے ہیں کہ ہم نے اس کو privatize کیا تھا اور اب یہ آسمان پر پہنچ گیا ہے۔ ذرا اس ادارے میں کام کرنے والے لوگوں کی حالت بھی دیکھیے۔ اگر ان کی یہ منطق ٹھیک ہے کہ ریاست کا کام نہیں ہے کہ ادارے چلائے تو کیا جب آپ ادارے بیچتے ہیں تو اس کے ساتھ اپنے باشندے بھی بیچ دیتے ہیں؟ اس ادارے میں کام کرنے والے لوگ بھی ان کے غلام ہو جاتے ہیں؟ کیا ریاست کی ذمہ داری نہیں ہے کہ ان لوگوں کا خیال کرے؟

جناب! میں نے غلطی سے ایک اور سوال پوچھ لیا تھا کہ مجھے بتایا جائے کہ 1991 سے لے کر 2007 تک جو ادارے privatize ہو گئے ہیں، ان میں سے کتنے اداروں کی privatization کی تحقیقات ہوئی ہیں؟ یہ NAB or FIA نے کی ہو گی، اس کی تفصیل دے دیں۔ میرے پاس یہ کتاب موجود ہے جس میں بارہ اداروں کے نام بتائے گئے ہیں۔ 1991 سے لے کر 2007 تک جو ادارے privatize ہوئے ہیں، جن کی transactions کی تحقیقات ہوئی ہیں، وہ بارہ ہیں۔ میں نے یہ بھی پوچھا تھا کہ ان تحقیقات کی findings کیا ہیں اور اس پر حکومت نے کیا کارروائی کی ہے؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ 1991 سے لے کر 2007 تک جو بھی تحقیقات ہوئی ہیں، ان کا ایک ہی جواب ہے کہ "Original file, record handed over to the FIA but no response received from FIA till date". آج تک کسی ایک enquiry کی report حکومت کے پاس نہیں آئی۔ آپ کو ایک اور بڑی دلچسپ بات بتاؤں کہ ان بارہ اداروں میں MCB کا نام نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ MCB کی privatization کی تحقیقات ہی نہیں ہوئی ہوں گی، میں یہ ہی مان لوں۔ جناب! میرے پاس دو، تین خط ہیں لیکن ایک پڑھ دیتا ہوں۔ یہ NAB کے letter head پر لکھا ہوا ہے۔ یہ 30th August, 2004 کا ہے اور دوسرا 2007 کا بھی ہے۔ اس کا title "Enquiry Documents Privatization of MCB" ہے۔ یہ NAB نے State Bank کے گورنر کو خط لکھا ہے۔ فرماتے ہیں

> "In line with the direction of the Chairman NAB and the decision taken in the meeting held on 13-5-2002 in the Ministry of Finance, we are forwarding you a copy of the Bureau's interim enquiry report on the subject enquiry along with 21 folders containing supporting documents for the agreed action at your end in respect of the foregoing. The Chairman has requested that the process of confirmation of sources of funds from the sponsors of the MCB may kindly by completed within the fortnight."

مجھے بتائیے اگر یہ چیزیں اس House سے بھی چھپائی جاتی ہیں کہ MCB کی تحقیقات نہیں ہوئی ہیں تو یہ خطوط کہاں سے آئے ہیں؟ اس سے بھی آگے چلتے ہیں۔ یہ NAB کی enquiry report ہے جو MCB کی privatization پر ہوئی ہے لیکن اس House کو کہا گیا ہے کہ اس کی کوئی تحقیقات ہی نہیں ہوئیں۔

جناب! جتنی بھی privatization ہوئی، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ Cement industry, Sugar industry, Automobile industry and Banking industry میں cartels بن گئے۔ اس کے علاوہ پتا نہیں کتنے اور شعبے ہیں جن میں cartels بن گئے ہیں، یہ میں نہیں حکومتی ادارہ Competition Commission of Pakistan کہہ رہا ہے جس کی ذمہ داری ہے کہ cartels نہ بننے دے، اس نے ان تمام شعبوں پر جرمانے لگائے ہیں کہ تم نے cartels بنائے ہیں اور اس ملک کے عام لوگوں کو جن قیمتوں پر چیزیں فراہم کرنی تھیں، نہیں کیں۔ تم نے اپنی مرضی کی قیمتیں طے کیں اور اتنے، اتنے پیسے لوٹے ہیں، ان پر جرمانے لگائے۔ یہ میں نے نہیں، اس ملک کے اداروں نے لگائے ہیں۔ آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہر شعبے میں cartels بنیں اور اس ملک میں جو چند ارب پتی لوگ ہیں، وہ طے کریں کہ کس چیز کی کیا قیمت ہو گی؟ یہ کہتے ہیں کہ ہم نجکاری کے خلاف ہیں۔ نہیں، آپ نجکاری کیجیے، PIA کے ساتھ چار airlines چل رہی ہیں، آپ سو چلائیے۔ آپ دس ہزار نئے بینک کھول دیجیے۔ آپ یہاں پر سیکڑوں، ہزاروں اداروں کی اجازت دے دیں کہ لوگ چلائیں۔ ہم private لوگوں کے خلاف نہیں ہیں، وہ بالکل business کریں۔ ہم اس بات کے خلاف ہیں کہ حکومت اپنے اداروں کو نہ بیچے۔ اس لیے کہ اگر آپ نے یہ ادارے بیچ دیے اور منطق یہ ہے کہ یہ ہم سے چل نہیں رہے تو آپ سے عدالتیں اور پولیس بھی نہیں چل رہی۔ کون سا ادارہ ہے جس کو آپ کہتے ہیں کہ ہم سے ٹھیک چل رہا ہے؟ کل کو خدانخواستہ کہیں گے کہ ہم یہ ملک کسی کو ٹھیکے پر دے دیتے ہیں۔ آپ کی یہ منطق ہے کہ ادارے چلانا حکومت کی ذمہ داری نہیں ہے اور ادارے ان سے نہیں چل رہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت اپنی ناکامی کا اعتراف کر رہی ہے۔ آپ کہہ رہے کہ ہم PIA کو restructure کریں گے، 21 جہاز لیں گے، اس کے دو حصے بنائیں گے اور اس کو ٹھیک کریں گے اور پھر privatize کر دیں گے۔ اللہ کے بندو! جب ٹھیک ہو جائے گا تو پھر اس کو کیوں بیچو گے؟ ہمارے سامنے انڈیا کی ریلوے، دنیا کی سب سے بڑی ریلوے ہے، یہ بھی خسارے میں تھی، ان سے ہی کچھ سیکھ لو۔ ہم نہیں سیکھ سکے، آپ جا کر سیکھ لو۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم قابل ہیں، ہمارے پاس بڑے competent لوگ ہیں جبکہ ہم نے اپنے رشتہ دار، دوست، چہیتے اور نااہلوں کو لگا دیا تھا۔ آپ بڑے بڑے brains ہیں، پتا نہیں، آپ سقراط اور بقراط ہیں۔ آپ کے پاس اچھے اچھے لوگ ہیں، آپ ان لوگوں کو لگائیں اور ان اداروں کو چلانے کی کوشش کریں۔ جب سے یہ حکومت آئی ہے، سٹیل ملز اور PIA کا خسارہ مزید بڑھا ہے، مجھے کوئی ایک اقدام بتائیں کہ انہوں نے ان کو ٹھیک کرنے کی کوشش کی ہو، یہ کوشش کر رہے ہیں کہ وہ ادارے تباہ ہو جائیں۔ یہ 500 ارب روپے circular debt کے لیے دے سکتے ہیں لیکن 28 ارب روپے سٹیل ملز کو نہیں دے سکتے۔ چار ارب lap tops کے لیے دے سکتے، یہ ہر سال بڑھاتے جائیں گے اور پتا نہیں کتنے ارب روپے کر دیں گے لیکن 28 ارب روپے سٹیل ملز کو نہیں دیں گے۔ سٹیل ملز کو چلانے کی کوشش نہیں ہو رہی، PIA کے خسارے کو بڑھایا جا رہا ہے اور یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ یہ ادارے ڈوب جائیں۔ ہمارے دور کے دو

ادارے بتاتے ہیں، آپ State Life کا کیوں نہیں بتاتے، ہمارے دور میں یہ کتنا بہتر ہوا، آپ National Savings کا کیوں نہیں بتاتے کہ ہمارے دور میں یہ کتنا بہتر ہوا۔ آج یہ State Life کا کیا حال کر رہے ہیں، یہ کسی کو پتا نہیں ہے، ہمارے دور میں State Life نے کتنے گنا ترقی کی، آپ دیکھیں، اس کے ہر scale میں بہتری ہوئی ہے۔ یہ آئے، پہلے چیئرمین کو فارغ کیا پھر board کو فارغ کیا، اس کے بعد دوسروں کو فارغ کیا، اب سنا ہے کہ وہاں پر صرف ایک E.D بیٹھا ہے اور State Life نہیں چل رہا کیونکہ ہماری نظر پاکستان سٹیل ملز سے ہٹتی نہیں ہے۔ National Savings میں اتنے deposits ساٹھ سال میں نہیں ہوئے تھے، اس سے زیادہ ہمارے پانچ سال میں ہوئے۔ اس کے سربراہ کو فارغ کر دیا، اس کا کوئی سربراہ نہیں ہے۔ ادارے ٹھیک چل رہے تھے، یہ ان کو بھی خراب کرنا چاہتے ہیں جو خراب ہیں، ان کو مزید خراب کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کو اس مقام پر چھوڑیں کہ ان کا چلانا کسی کے بس میں نہ رہے۔ جناب! ابھی ہمارے ساتھی نے خود مثال دی کہ انہوں نے America میں billions of dollars inject کئے، UK میں کئے۔ KESC میں کر رہے ہیں، آپ بتائیں کہ حکومت کتنے ارب روپے ہر سال KESC کو دے رہی ہے، کیوں دے رہی ہے؟ آپ نے اس کو بیچ دیا ہے، آپ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔

جناب! KESC نے پچھلے دنوں Karachi Water and Sewerage Board کی بجلی کاٹ دی، اس سے یہ ہوا کہ کراچی کے لوگوں کے لیے پینے کا پانی بند ہو گیا، کراچی میں sewerage system بیٹھ گیا۔ کیا آپ کسی ادارے کو یہ اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ آپ کے شہریوں کا پینے کا پانی بند کر دے۔ کیا آپ نے KESC کے ساتھ کراچی کے لوگوں کو بھی ان کو بیچ دیا، اگر ریاست اداروں کی ذمہ داری نہیں لے سکتی تو کم از کم اپنے شہریوں کی ذمہ داری تو لے۔ انہوں نے وہاں پر جو تباہی پھیلائی اور یہ ہمارے لیے ایک مثال ہے اور عبرت کی بات ہے، اگر کل KESC Civil Aviation کی بجلی بند کر دے، اگلے دن PIA کی بجلی بند کر دے، اس سے اگلے دن کسی اور ادارے کی بجلی بند کر دے، اس سے تیسرے دن کسی اور ادارے کی بجلی بند کر دے تو آپ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے۔ آپ نے ایک ادارے کو private بھی کر دیا ہے اور آپ اس کو پیسے بھی دے رہے ہیں، وہ آپ کے اداروں سے کھلواڑ کرے، آپ کی پوری معیشت اور پورے شہر کو بٹھا دے، آپ یہ نہیں کر سکتے، حکومت اپنے آپ کو اداروں سے لاتعلق نہیں کر سکتی، یہ ممکن نہیں ہے، اگر آپ یہ سمجھتے ہیں تو خدارا! پھر اس حکومت سے ہاتھ نکال لیں، یہ نہیں ہو سکتا کہ جو ادارے اس ملک کے لوگوں کو سہولتیں فراہم کرتے ہیں جو اس ملک کے لوگوں کی ذمہ داریاں پوری کرتے ہیں، آپ ان اداروں کو نجی مالکان کو دیں اور ان سے کہیں کہ آپ کی جو مرضی ہو، ان کے ساتھ حشر کرو۔ آپ یہ نہیں کر سکتے، یہ آپ کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے کہ آپ لوگوں کے مسائل کو حل کریں اور ان کی حفاظت کریں۔ آپ کا بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی آپ کا شکریہ۔ ریلوے کی بات ہوئی ہے، Minister for Commerce India آتے جاتے ہیں، وہ لالو پرشاد کی services hire کریں۔ جی طلحہ محمود صاحب۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ جناب چیئرمین صاحب! میں آپ کا بڑا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ یہ بہت بڑا issue

ہے، نج کاری کے حوالے سے حکومت کی پالیسی جاری ہے۔ میرے بھائیوں نے بہت ساری باتیں کی ہیں، میں ان کی باتوں سے agree کرتا ہوں کہ ہر چیز کی extreme ٹھیک نہیں ہے جب کسی چیز میں ایسی پالیسی بناتے ہیں جو بہت زیادہ ہو اور اس پالیسی کی ضرورت نہ ہو، اس لیے کہتے ہیں کہ access of everything is very bad. 1970s میں جو ہوا، میں اس سے بھی اختلاف رکھتا ہوں کہ جس میں بہت ہی extreme پر کام ہوا اور میں آج بھی اختلاف رکھتا ہوں جو حکومت آج کرنا چاہ رہی ہے۔ جناب والا! بہت ساری ایسی چیزیں ہوتی ہیں، جو national assets ہوتے ہیں جن میں national security کے معاملات ہوتے ہیں۔ میں ایک چیز آپ کے توسط سے ایوان کے علم میں لانا چاہتا ہوں، اس وقت بہت بڑا issue یہ ہے کہ ہمارے ملک میں جو law and order کے حالات ہیں، ہم اس کی جب بھی بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس کے پیچھے غیر قانونی SIMs ہیں۔ یہ companies کون ہیں، ہم نے mobile companies کے حوالے سے ان لوگوں کو authority دی ہے، Norway, China اور دوسری companies ہیں اور ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے ان companies کو اور مضبوط کرنا ہے۔ ہم بات کرتے ہیں کہ ہمارے ملک میں اس وقت بہت افراتفری کا عالم ہے، اگر یہی assets حکومت کے پاس ہوتے تو مجھے یقین ہے کہ یہ معاملہ نہ ہوتا جو اس وقت ہو رہا ہے۔ اب آپ PIA کی بات کرتے ہیں اور آپ نے جس کے لیے یہ programme بنایا ہے، میں کہتا ہوں کہ آپ کو آگے بڑھ کر ایسے assets کو acquire کرنا چاہیے جو آپ کے ملک کے لیے ضروری ہیں۔ جناب والا! یہ PIA کی بات کرتے ہیں، یہ وہی PIA تھی جو کسی دور میں Dubai, Emirates Airline کے حوالے سے مشہور تھی، جب Emirates Airline نے جہاز چلایا تو اس نے PIA کی service hire کی، PIA کے جہاز پر رنگ کیا گیا اور اس کو PIA کے pilots نے اڑایا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج Emirates Airline کہاں ہے اور PIA کہاں ہے، اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ PIA صرف اور صرف اس لیے برباد ہے کہ یہ national ادارہ ہے تو میں اس سے اختلاف رکھتا ہوں۔ جناب والا! یہ national ادارہ ہونے کی وجہ سے برباد نہیں ہوا، یہ ان لوگوں کی وجہ سے برباد ہوا ہے جنہوں نے اس کو چلایا، جنہوں نے اس کی administration کی۔ جناب والا! ہمارا اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ہم یہ کہیں کہ ہمیں اپنے اداروں کو privatize کرنا ہے بلکہ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم اچھے لوگوں کو merit پر لے آئیں جو ان اداروں کو چلائیں، ساری دنیا میں ان اداروں کو چلایا جاتا ہے۔ میں نے ابھی mobile کے حوالے سے بات کی، China Mobile کے نام سے ایک بڑی company ہے، یہ Government owned ہے، ان کے پاس اس کے major shares ہیں۔

جناب والا! کچھ عرصہ پہلے NADRA نے ایک tender کرنے کی کوشش کی، کسی British company کو data کا ٹھیکہ دینا چاہتے تھے، میری کمیٹی میں اس کی hearing ہوئی اور ہم نے اس چیز کو روکا۔ ہر چیز پیسا نہیں ہوتا، ایک ایسا ادارہ اگر نقصان میں بھی جا رہا ہے، میں سمجھتا ہوں، اگر اس میں national issue involve ہوتا ہے تو حکومت کو اس ادارے کو پھر بھی own کرنا چاہیے۔ یہاں پر کل ایک سوال کے جواب میں Convention Centre کے حوالے سے ذکر ہوا، یہاں پر موجود چیئرمین سینیٹ جناب نیر حسین بخاری صاحب نے اس کا خود اظہار کیا۔ اس سوال کے جواب میں briefing ہوئی تو یہاں پر بتایا گیا کہ اس کا خرچہ تقریباً کوئی 75 million کے قریب ہے اور اس

کی income 15 million کے قریب ہے، اس میں 55 سے 60 million کے قریب نقصان ہو رہا ہے۔ جناب والا! یہ قصور کس کا ہے، بخاری صاحب جس وقت Chair پر بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے بڑی اچھی بات کی کہ جو یہاں پر ادارے بیٹھے ہیں، ان کو جب کسی قسم کے کوئی programmes کرنے پڑتے ہیں تو وہ Sarena and Marriott کی خدمات حاصل کرتے ہیں اور Convention Centre کو استعمال ہی نہیں کرتے۔ وہ اس کو صحیح طریقے سے استعمال کریں تو اس کو privatize کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی، آپ کو اسی سے بہت زیادہ income آ سکتی ہے۔ جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں میانہ روی کی طرف جانا چاہیے، نہ ہمیں بہت زیادہ ایک extreme پر جانا چاہیے، نہ ہمیں دوسری extreme پر جانا چاہیے۔ میں اس میں ایک چیز ضرور آپ کے knowledge میں لانا چاہوں گا اور میرے knowledge کے مطابق 10 ارب ڈالر کے asset کو دو سے تین ارب ڈالر میں بیچا جا رہا تھا، یہ بھی تو غلط ہے کہ آپ اپنی gas field کو privatize کرنا چاہتے ہیں، دوسری کمپنیوں کے حوالے کرنا چاہتے ہیں، اسے روکا گیا۔ میں اس چیز کو appreciate کرتا ہوں کہ پچھلی گورنمنٹ میں یہ بات ضرور تھی کہ جب کسی چیز پر insist کیا جاتا تھا تو وہ اسے ضرور سنتے تھے اور جب Qadirpur Gas Field کی privatization ہو رہی تھی تو اسے روک دیا گیا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کو تو اس چیز کا تجربہ ہے کہ مولانا صاحب ہمیشہ insist کیا کرتے تھے۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: ہم ان کی اس چیز کو appreciate کرتے ہیں کہ وہ بڑے کھلے دل کے لوگ تھے اور ہماری موجودہ حکومت کے بارے میں یہ impression ہے کہ ان کے دل بڑے تنگ ہیں، یہ لینے میں بڑا خوش ہوتے ہیں لیکن دیتے ہوئے بڑا گھبراتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پچھلی حکومت نے بڑے اچھے طریقے سے پانچ سال مکمل کیے، ان کا یہ aspect بہت بڑا تھا کہ وہ contribute کرتے تھے اور give and take کے ساتھ آگے بڑھتے تھے، یہ ان کی بہت اچھی بات تھی جسے ہم آج بھی یاد کرتے ہیں۔ کل اتفاق سے مجھے اسلام الدین شیخ صاحب ملے۔ میں نے تو ان کو ادھر بھی چوما، ادھر بھی چوما اور میں نے کہا تم تو ہمیں بہت یاد آتے ہو، یار کہاں چلے گئے، واپس آؤ۔ ہم اپنی موجودہ حکومت کا بہت عزت و احترام کرتے ہیں۔ میں ان کی ایک چیز سے ضرور اتفاق کرتا ہوں کہ یہ حکومت لوگوں کو merit پر لانے کی کوشش کر رہی ہے اور ہمیں ان کو موقع دینا چاہیے، ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ چھ ماہ میں کہیں کہ اس پورے ملک کو بدل دو، اس ملک کی تو سالہا سال سے ایسی کی تیسی پھری ہوئی ہے، یہ چھ ماہ میں اس ملک کو کیسے ٹھیک کر سکتے ہیں۔ اس ملک کی کوئی چیز بھی ٹھیک نہیں ہے، جس چیز میں بھی ہاتھ ڈالیں وہاں سے گند نکلے گا۔

Mr. Deputy Chairman: Come to the point now.

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جب وہ حقیقت بیان کرنے لگتے ہیں تو آپ کہتے ہیں کہ come to the point now.

جناب ڈپٹی چیئرمین: وہ merit کی بات کر رہے ہیں، merit پر ان کے دو وزیر تو آ گئے۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: یہ آپ نے ویسے زیادتی کی ہے، دو وزیر نہیں آئے، ڈیڑھ آئے ہیں۔ الحمد للہ ہم پچھلی حکومت کو appreciation کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس وقت تین تھے۔

بہر حال میں اپنے subject کی طرف آتا ہوں۔ میں اس چیز سے اختلاف کرتا ہوں کہ excess of anything is very bad، ہمیں میانہ روی اختیار کرنی چاہیے۔ میں سعید غنی صاحب کی بات سے متفق ہوں، جب آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس ادارے کو ٹھیک کر رہے ہیں اور ہم نے اسے صحیح سمت پر ڈال دیا تو پھر اسے privatize کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں میری ایک suggestion ہو گی کہ ہر department کی صحیح assessment ہونی چاہیے اور اس کی assessment صرف اس حوالے سے نہیں ہونی چاہیے کہ اس سے نقصان اور profit کتنا ہو رہا ہے بلکہ اسے اس حوالے سے دیکھنا ہو گا کہ یہ department ملک کے لیے کتنا ضروری ہے، اگر وہ ملک کی لیے بہت ضروری ہے تو ہمیں اگر اس میں تھوڑا بہت نقصان بھی برداشت کرنا پڑتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہمیں برداشت کرنا چاہیے۔ موجودہ حکومت کی یہ بات بھی درست ہے کہ یہ حکومت کا کام نہیں ہے کہ وہ ان اداروں کو چلائے لیکن کچھ ادارے ایسے ہوتے ہیں جنہیں حکومت کو national interest کے حوالے سے چلانا ہوتا ہے۔ میں صرف یہی مختصر بات کرنا چاہتا تھا۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ نسرین جلیل صاحبہ! آپ کل کے لیے تیار ہیں؟

سینیٹر نسرین جلیل: جناب چیئرمین! آج مجھے تقریر کرنے دیں۔ ہمارے معزز ممبر رضا ربانی صاحب نے 45 منٹ سے زیادہ گفتگو کی اور آپ مجھے دس منٹ بھی نہیں دے سکتے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی آپ بات کیجیئے۔

سینیٹر نسرین جلیل: جناب چیئرمین! Let's be fair to the government، مسئلہ یہ ہے کہ جن اداروں کو privatize کیا جا رہا ہے وہ نقصان میں چل رہے ہیں اور ان اداروں کو چلانے کے لیے 400 سے 500 ارب درکار ہیں اور جس کا یہ ملک متحمل نہیں ہو سکتا، اس پر سونے پر سہاگہ یہ ہے کہ ہمیں circular debt کی مد میں 480 ارب دینا پڑے، حکومت کی deficit borrow GDP کے 60 فیصد تک ہونی چاہیے جبکہ یہ اس سے بھی بڑھ چکی ہے۔ اسی صورتحال میں یہ کہنا کہ privatization نہیں ہونی چاہیے۔ میں نہیں سمجھتی کہ رضا ربانی صاحب نے valid reasons and examples دیں لیکن اس کے باوجود اگر آپ کے پاس وہ amount ہے ہی نہیں کہ جس سے آپ اداروں کو چلا سکیں تو آپ اس کو کیسے defend کرتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ privatization کا عمل ہونا چاہیے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ملازمین کے مستقبل کو بھی تحفظ حاصل ہونا چاہیے۔ یہ ان کا قصور نہیں تھا کہ merit کو بالائے طاق رکھ کر بھرتیاں کی گئیں، پاکستان کی معیشت میں پہلے ہی بہت slow growth ہے اور پاکستان مزید بیروزگاری بڑھانے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

MQM is for privatization, the party I represent in this House, ہم سمجھتے ہیں اور کسی نے بہت اچھا کہا ہے کہ .no government has any business in being in business دنیا بھر میں یہ عمل اداروں کو بہتر طریقے سے چلانے کے لیے کیا جا رہا ہے، جس میں برطانیہ جیسے ممالک شامل ہیں۔ PIA یا Steel Mills model, ادارے تھے، ان کی proficiency and profitability عروج پر تھی لیکن حکومتوں کے

political عمل دخل کی وجہ سے ان کی تباہی مچی۔آپ کو یاد ہو گا کہ 1960 کی دہائی میں Pakistan became the icon for the rest of the world, where industrialization was concerned. اس کے بعد جب nationalization ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ کس طرح چیزیں تنزل پذیر ہوئیں۔

جناب چیئرمین! میرے پاس تجاویز ہیں اور میں لفاظی نہیں کرنا چاہتی۔ Privatization ضرور ہونی چاہیے اور اس کا عمل transparent ہونا چاہیے۔رضا ربانی صاحب نے کہا ہے کہ IMF privatization پر نظر رکھ رہی ہے۔اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی ہے کیونکہ ہم نے دیکھا کہ اپنوں میں ریوڑیاں بانٹنے کے عمل سے حکومت اس طرح سے کامیابی حاصل نہ کر سکی جس طرح سے ہونی چاہیے تھی۔ پچھلے ادوار میں privatization کا عمل ایک بڑے گروپ کو فائدہ پہنچانے کے لیے کیا گیا۔ جناب چیئرمین! transparency ضروری ہے، privatization کے حوالے سے اداروں کے shares پاکستان اور بیرون ملک میں offer ہوں گے، میری رائے ہے کہ اگر کوئی investment privatization کے حوالے سے باہر سے آتی ہے تو ان پر لازم ہونا چاہیے کہ local partner بھی ہو تاکہ ہماری معیشت بڑھے۔جب آپ دوسرے ممالک میں business کے لیے جاتے ہیں تو بہت سے ممالک میں ایسا ہوتا ہے کہ آپ کا local partner بھی ہونا ضروری ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین! پاکستان کی سب سے بڑی سٹیل ملز کو سویت یونین نے 16 برس تک چلایا، انہوں نے اس کو establish کیا۔ 1970 میں انہوں نے اس mill کو حکومت پاکستان کو donate کیا، شروع میں اس میں 25ہزار افراد employed تھے جبکہ آج وہاں پر 14ہزار افراد employed ہیں۔کیا حکومت پاکستان نے Russian federation سے رجوع کیا، انہیں approach کیا ہے؟ میری تجویز ہے کہ liability کو ختم کرنے کے لیے پاکستان سٹیل ملز کو employees کے حوالے کر دیں کہ لو اور چلاؤ۔ رضا صاحب بہت اچھے points لے کر آئے اور ہمارے سرمائے کو بڑھانے کی انہوں نے جو باتیں کیں۔ ہمارے resources کو بڑھانے کی وہ بہت اچھی تھیں، ان پر بھی عمل ہونا چاہیے لیکن Privatization کا عمل ضروری ہے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ جی کلثوم پروین صاحبہ! Points of Order تو چیئرمین صاحب اس وقت کر چکے تھے۔ جی اگر بہت ضروری ہے تو ٹھیک ہے۔

Point of Order:
Loading Facilities at Gwader Port

سینیٹر کلثوم پروین: شکریہ۔جناب چیئرمین! آپ اس وقت تشریف فرما ہیں اور مجھے پتا ہے کہ بلوچستان کے مسئلے کو آپ بڑی دلچسپی سے لیتے ہیں۔گوادر پورٹ پر یوریا کھاد ہمیشہ سے آتی ہے اور وہاں پر پرائیویٹ لوگ اس کی لوڈنگ بھی کرتے ہیں اور بزنس بھی کرتے ہیں۔آئی سی سی کے ایجنڈے میں حکومت نے یہ بات رکھی ہے کہ جو یوریا کھاد گوادر میں آتی ہے اس کو حکومت خود لے گی اور پھر پرائیویٹ لوگوں کو دے گی۔ وہاں تو پرائیویٹ لوگوں کا تو بزنس ہی بند ہو جائے گا۔اس کا مطلب ہے کہ نہ گوادر پورٹ پر یوریا آئے گی نہ گوادر پورٹ پر جہاز آئیں گے تو پھر گوادر پورٹ ہی بند

کر دیں۔ میری ایک request ہے کہ آپ اس کو جو Ports and Shipping کی متعلقہ کمیٹی ہے اس کو بھیج دیں۔ میں اس کی چیئر مین نہیں ہوں، کوئی بھی اس معاملے کو دیکھ لے تاکہ یہ مسئلہ حل ہو کیونکہ یہ ہمارے بلوچستان کا مسئلہ ہے اور یہی روزگار ہے۔ جو لوگ پہاڑوں پر چلے گئے ہیں ہم کہتے ہیں ان کو روٹی روزگار دو۔ جو پر امن علاقہ ہے وہاں بھی ہم امن خراب کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ میری آپ کے توسط سے request ہو گی یہ کمیٹی کو بھیج دیں۔

جناب ڈپٹی چیئر مین: آپ نے بڑا اہم issue اٹھایا ہے۔ اس پر کل ہماری ایک میٹنگ ہوئی تھی جس میں جنرل قادر صاحب تشریف فرما تھے انہوں نے کہا تھا کہ آج شاید یہ معاملہ آئے گا تو میں اس کا جواب دوں گا۔ چونکہ آج ان کو آنا تھا وہ کسی وجہ سے نہیں آسکے تو میرے خیال میں اس کو کل تک کے لیے چھوڑ دیتے ہیں تاکہ جب وہ آئیں تو وہ آپ کو صحیح پوزیشن بتادیں۔

سینیٹر کلثوم پروین: ٹھیک ہے جی۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you. The House stands adjourned to meet again on Friday, the 14th February, 2014 at 10.00 a.m.

[The House was then adjourned to meet again on 14th February, 2014 at 10:00 A.M]